آثارِ قیامت
حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ
ترتیب و تقدیم
مولانا محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی
ناشر
المجمع الرضوی
۸۲، سوداگران رضا نگر
بریلی شریف (یوپی)

از رشحات قلم

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی

ترتیب و تقدیم

محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی، مرکزی دار الافتاء، بریلی شریف

ناشر

المجمع الرضوی، ۸۲، سوداگران، رضانگر، بریلی شریف یوپی

فون نمبر: 2458543 - 0581 فیکس نمبر 472166 - 0581

حسب فرمائش

شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت مولانا محمد عسجد رضا خان قادری بریلوی مدظلہ

نام کتاب :- آثار قیامت

نام مصنف :- حضورتاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی

ترتیب وتقدیم :- محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی، مرکزی دارالافتاء، سوداگران، بریلی شریف

کمپوزنگ :- محمد توحید بیگ رضوی، مرکز کمپیوٹرس، سوداگران، بریلی شریف

پروف ریڈنگ :- مولانا محمد جمیل خاں رضوی و مولانا محمد مطیع الرحمن و مولانا محمد احسن۔

تعداد :- گیارہ 1100 سو کاپیاں

صفحات :- چھیانوے 96 صفحات

قیمت :- تیس روپے -/Rs.30

ناشر :- المجمع الرضوی ۸۲ر سوداگران، رضانگر بریلی شریف

تقسیم کار :- مکتبہ نعیمیہ 423 مٹیامحل، اردو بازار، جامع مسجد دہلی ۶

کتاب ملنے کے پتے

- ☆ قادری بکڈپو، نزد نومحلہ مسجد، اسلامیہ مارکیٹ، بریلی شریف
- ☆ مکتبہ رحمانیہ، درگاہ اعلیٰ حضرت، سوداگران، بریلی شریف
- ☆ نوری پرفیومرس، درگاہ اعلیٰ حضرت، سوداگران، بریلی شریف
- ☆ مکتبہ اویسیہ، قصبہ جموا، تھانہ روڈ، گریڈیہہ، جھارکھنڈ
- ☆ اولیا پریس، گڑھی تیر، بھگوان بازار، چھپرہ، بہار
- ☆ کتب خانہ امجدیہ، جامع مسجد، مٹیامحل، دہلی
- ☆ اقرا بکڈپو، 30B محمد علی روڈ، ممبئی

انتساب

خوف و خشیت الٰہی اور عشق رسالت پناہی سے لبریز ان نفوس قدسیہ کے نام جن کے پاکیزہ قلوب کی ہر ہر دھڑکن یادِ الٰہی اور پیرویٔ سنت رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں دھڑکتی ہے۔

اور

دین و سنت کے ان قلمی مجاہدوں کے نام جن کے "قلم کی سیاہی" شہدا کے "خون" سے تولی جائے گی۔

اور

"آثارِ قیامت" کے ان قارئین کے نام جو اسے پڑھ کر عبرت حاصل کرتے ہوئے اپنے لیے "سامانِ آخرت" مہیا کریں۔

نشتر فاروقی

فہرست مضامین

تقدیم

قیامت برحق اور اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ ہے۔ بے شک وہ اپنے معینہ وقت پر آئے گی اور ضرور آئے گی۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ. یعنی بے شک قیامت آنے والی ہے"

جو شخص قیامت کا انکار کرے یا اس میں ذرہ برابر شک کرے وہ کافر اور خارج از اسلام ہے۔

اللہ جل مجدہ نے اپنے بندوں کو ان کے اچھے برے اعمال کی سزا وجزا دینے کے لئے ایک خاص دن مقرر کر رکھا ہے۔ جس دن وہ نیکوکاروں کو جنت کی نعمتیں اور بدکاروں کو جہنم کا عذاب دے گا، عرف شرع میں اسی دن کا نام "قیامت" ہے۔

قیامت کی تین قسمیں ہیں:

[۱] ...... قیامت صغریٰ

[۲] ...... قیامت وسطیٰ

[۳] ...... قیامت کبریٰ

قیامت صغریٰ موت کو کہتے ہیں "من مات فقد قامت قیامته" یعنی جو مر گیا اس کی قیامت ہو گئی۔

قیامت وسطیٰ یہ ہے کہ کسی ایک قرن کے سارے لوگ مر جائیں

پھر دوسرے قرن کے نئے لوگ پیدا ہو جائیں۔

قیامت کبریٰ اس دن کو کہتے ہیں جس دن آسمان و زمین اور جو کچھ اس میں ہے سب فنا ہو جائیں گے۔ [الملفوظ، حصہ سوم، ص ۳۹]

قیامت کب، کتنے دنوں کے بعد اور کس سنہ میں آئے گی؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ نے سوائے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام بندوں سے پوشیدہ رکھا اور خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ حکم ہوا کہ قیامت برپا ہونے کا سنہ وغیرہ اپنی امت سے چھپائے رکھیں۔

چنانچہ ''حاشیہ الصاوی علی تفسیر الجلالین'' میں ہے:

''أنه اطلع على الجنة وما فيها و النار وما فيها وغيره ذلك مماتواترت به الأخبار ولكن أمربكتمان البعض.

یعنی اللہ جل شانہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنت و دوزخ اور ان کے داخلی امور وغیرہ سارے معاملات پر اطلاع بخشی لیکن بعض اسرار کو پوشیدہ رکھنے کا حکم فرمایا، اس سلسلے میں اخبار نبوی تواتر کی حد تک مروی ہیں'' [جلد ثانی، ص ۱۰۴]

لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے کسی بھی امتی کو یہ نہیں بتایا کہ قیامت کب، کتنے دنوں کے بعد اور کس سنہ میں آئے گی؟ البتہ قیامت کے سنہ کے سوا قیامت کا مہینہ، قیامت کی تاریخ اور قیامت کا دن یہ سب کچھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بتا دیا چنانچہ آج دنیا کا بچہ بچہ یہ جانتا ہے کہ قیامت محرم کے مہینے میں، دسویں تاریخ کو، جمعہ کے دن ظہر و عصر کے درمیان آئے گی۔

وصالِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جب قیامت کی وہ خوشبو دار ہوا گزر چکے گی جس سے تمام مؤمنین کی روحیں بآسانی پرواز کر جائیں گی۔ صرف کافر ہی کافر بچیں گے پھر ان کافروں پر چالیس سال کا ایک ایسا زمانہ گزرے گا جس میں کسی کو اولاد نہ ہوگی، کسی کی عمر چالیس سال سے کم نہ ہوگی، کسی کو بھی وقوعِ قیامت کی پرواہ نہ ہوگی۔ کوئی کھانا کھا رہا ہوگا کوئی پکا رہا ہوگا، کوئی دیوار لیپ رہا ہوگا، کوئی ہل چلا رہا ہوگا غرض کہ سارے لوگ اپنے معمول کے کاموں میں مشغول و منہمک ہوں گے کہ دفعۃً حضرت اسرافیل علیہ السلام کو "صور" پھونکنے کا حکم ہوگا۔

شروع شروع میں اس کی آواز بہت باریک اور سریلی ہوگی اور رفتہ رفتہ بہت بلند اور بھیانک ہوتی جائے گی، لوگ کان لگا کر اس کی آواز سنیں گے، بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے اور مر جائیں گے، آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جائے گا، زمین میں انتاز بردست زلزلہ اور خوفناک بھونچال آئے گا کہ زمین کانپنے لگے گی، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گرد و غبار کی طرح اڑنے لگے گا، چاند و سورج اور ستارے بے نور ہو کر جھڑ جائیں گے یہاں تک کہ صور اور حضرت اسرافیل علیہ السلام بھی فنا ہو جائیں گے۔

اس وقت دنیا میں اس واحد حقیقی کے سوا کوئی نہ ہوگا وہ فرمائے گا:

"لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ. یعنی آج کس کی بادشاہی ہے؟؟"

کہاں ہیں جور و ستم کرنے والے؟ کہاں ہیں گھمنڈ و تکبر کے متوالے کہاں ہیں زور و زبردستی کرنے والے؟ مگر وہاں کوئی ہوگا ہی نہیں جو کچھ جواب دے پھر اللہ واحد القہار والجبار خود ہی ارشاد فرمائے گا:

"لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ ۔ یعنی آج صرف اللہ واحد قہار کی سلطنت ہے" [پارہ ۲۴، سورۂ مؤمن، آیت ۱۵]

پھر جب اللہ چاہے گا حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ فرمائے گا اور صور کو پیدا کر کے دوبارہ پھونکنے کا حکم دے گا، صور پھونکتے ہی تمام اوّلین و آخرین، جن و ملائک، انسان و حیوان غرض کہ تمام جاندار مخلوقات زندہ ہو جائیں گے۔

اس دن سب سے پہلے مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ اس کروفر کے ساتھ اپنی قبرِ انور سے برآمد ہوں گے کہ آپ کے دائیں ہاتھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوگا اور بائیں ہاتھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوگا پھر اس کے بعد حضور مکّہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مقابر میں جتنے بھی مسلمان ہوں گے سب کو لے کر میدان محشر میں تشریف لے جائیں گے جو سرزمین ملک شام پر منعقد ہوگا۔

قیامت کے آنے سے قبل بہت سے علامات و آثارِ قیامت کا ظہور ہوگا جن کا تفصیلی علم اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا اور آپ نے وہ علامتیں اپنی امت پر آشکار فرمادیں۔

چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما ما ترک شیئاً یکون فی مقامہ ذلک الی قیام الساعۃ الا حدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ قد علمہ اصحابی ھؤلاء وانہ لیکون منہ الشیٔ قد نسیتہ فأراہ فاذکرہ

کما یذکر الرجل وجہ الرجل اذا غاب عنہ ثم اذا رأہ عرفہ. یعنی ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر قیامت تک پیش آنے والی ہر چیز بتادی جسے میرے یہ ساتھی جانتے ہیں پھر جس نے انھیں یاد رکھا سو یاد رکھا اور جو بھول گیا سو بھول گیا جب کوئی بات واقع ہوتی تو میرے ان ساتھیوں میں سے کوئی بتادیتا جس کو میں بھول گیا ہوتا تو مجھے ایسے یاد آجاتی جیسے کسی غائب آدمی کا چہرہ بیان کیا جاتا اور میں دیکھ کر اسے پہچان لیتا" [مشکوٰۃ شریف ص ۴۶۱]

بلاشبہ یہ پیشین گوئیاں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بے انتہا سمندر علم کا ایک قطرہ اور "وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمَ" کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہیں۔

ان پیشین گوئیوں اور علامتوں کی دو قسمیں ہیں ایک "علاماتِ صغریٰ" یعنی چھوٹی نشانیاں اور دوسری "علاماتِ کبریٰ" یعنی بڑی نشانیاں۔

علاماتِ صغریٰ وہ نشانیاں ہیں جن کا ظہور قیامت آنے سے بہت پہلے ہی ہونے لگے گا اور علاماتِ کبریٰ وہ نشانیاں ہیں جو قیامت کے بالکل قریب ظہور پذیر ہوں گی۔

زیرِ نظر کتاب "علاماتِ صغریٰ" سے متعلق "کنز العمال" کی ایک ایسی حدیث پر مشتمل ہے جو تقریباً قیامت کی ۷۲ نشانیوں کو محیط ہے۔

مرشدی، ملاذی واستاذی حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ المفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی مدظلہ النورانی نے سب

سے پہلے اس حدیث پاک کا سلیس ترجمہ فرمایا ہے، اس کے بعد صرف ان آثار و علامات پر کلام فرمایا ہے جو عام فہم نہ تھے اور جو علامات عام فہم اور واضح تھے ان کا ترجمہ ہی اس انداز میں فرمایا ہے کہ مزید کسی تشریح و توضیح کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔

حضور تاج الشریعہ نے جن علامات و آثار کی تشریح و توضیح کی ہے انھیں خاص طور پر ان کی مؤید احادیث کریمہ ہی سے واضح فرمایا ہے اس طرح یہ کتاب ''آثارِ قیامت'' پر مشتمل حدیثوں کا ایک مبسوط اور نادر و دل آویز گلدستہ بن گئی ہے نیز اس کتاب میں آپ نے ''آثارِ قیامت'' سے متعلق بیشتر ان گوشوں کو آشکار فرمایا ہے جو اب تک عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل تھے۔

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں جو بھی بات کہی گئی ہے اسے حوالوں سے مدلل و مبرہن کیا گیا ہے۔ مزید راقم نے ان حوالوں کی تخریج کے ساتھ ساتھ ان کی اصل عبارتیں بھی نقل کر دی ہے جس سے باذوق قاری کے لیے یہ آسانی پیدا ہو گئی ہے کہ وہ جب چاہے ان کے مآخذ و مراجع کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

راقم نے کتاب میں بعض مقامات پر حاشیے کا بھی اضافہ کر دیا ہے مقصد یہ ہے کہ قاری کے لیے ''آثارِ قیامت'' سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کر دی جائیں تاکہ ان سے عبرت حاصل کرتے ہوئے اپنے شب و روز گزارے جائیں۔

اس سلسلے میں راقم شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مولینا محمد عسجد

رضا خان قادری بریلوی اور حضرت مولٰنا مفتی محمد شعیب رضا صاحب نعیمی کا سپاس گزار ہے کہ آپ حضرات نے وقتاً فوقتاً مناسب رہنمائی فرمائی۔

راقم حضرت مولٰنا مفتی محمد یونس رضا اویسی، حضرت مولٰنا قاری محمد افروز قادری چریاکوٹی، حضرت مولٰنا مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی، حضرت مولٰنا مفتی محمد جمیل خان قادری بریلوی، حضرت مولٰنا محمد ارشاد احمد وغیرہم اور جملہ معاونین کا نہایت ہی شکر گزار ہے کہ انھوں نے پروف ریڈنگ اور تصحیح وتخریج میں میرا مکمل ساتھ دیا۔

ناسپاسی اگر محب گرامی محمد توحید بیگ رضوی، کمپیوٹر آپریٹر ''مرکز کمپیوٹرس'' کا ذکر نہ کیا جائے، موصوف نے بھی ہمہ وقت اس سلسلے میں اپنا تعاون فرمایا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جملہ معاونین کو جزائے تام عطا فرمائے اور اس کتاب کو مقبول خاص وعام، ذریعۂ رشد وہدایت انام اور آخرت میں مجھ ناچیز کے لیے سبب غفرا ثام بنائے!

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی
یکے از خدام حضور تاج الشریعہ ومرکزی دار الافتاء
۸۲، سوداگران، رضانگر، بریلی شریف، یوپی

از

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی

المجمع الرضوی ۸۲، سوداگران، رضا نگر، بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عن زید بن واقد عن مکحول عن علی
قال قال رسول اللہ ﷺ :من اقتراب الساعة اذا
رأیتم الناس أضاعوا الصلاة، وأضاعوا الأمانة، و
استحلوا الکبائر، وأکلوا الربا،وأخذوا الرشیٰ، و
شیدوا البناء،وأتبعوا الھوی، وباعوا الدین بالدنیا،
واتخذوا القرآن مزامیر، واتخذوا جلود السباع
صفافا،والمساجد طرقاوالحریر لباسا، وکثر الجور،
وفشا الزنا، و تھاونوابالطلاق، و ائتمن الخائن،
وخون الأمین، وصارالمطر قیظا، والولد غیظاو
أمراء فجرة ،و وزراء کذبة،وأمناء خونة، وعرفاء
ظلمة،وقلت العلماء ،وکثرت القراء، وقلت الفقھاء ،
وحلیت المصاحف و زخرفت المساجد، وطولت
المنابر، وفسدت القلوب ، و اتخذوا القینات ، و
استحلت المعازف، وشربت الخمور ، وعطلت
الحدود، ونقصت الشھور، ونقضت المواثیق ،
وشارکت المرأة زوجھا فی التجارة، ورکب النساء
البراذین، وتشبھت النساء بالرجال والرجال بالنساء،
ویحلف بغیر اللہ، و یشھد الرجل من غیر أن

يستشهد، و كانت الزكاة مغرما، والامانة مغنماً،وأطاع الرجل امرأته وعق أمه وأقصى أباه و صارت الامارات مواريث ، وسب آخر هذه الأمة اولها، و أكرم الرجل اتقاء شره ، و كثرت الشرط ،وصعدت الجهال المنابر ولبس الرجال التيجان ، وضيقت الطرقات ، وشيد البناء و استغنى الرجال بالرجال و النساء بالنساء، و كثرت خطباء منابركم، وركن علمائكم إلى ولا تكم فاحلوا لهم الحرام و حرموا عليهم الحلال و أفتوهم بما يشتهون، و تعلم علماؤكم العلم ليجلبوا به دنا نيركم و دراهمكم و اتخذتم القرآن تجارة ، وضيعتم حق الله في اموالكم ، و صارت أموالكم عند شراركم، وقطعتم أرحامكم، وشربتم الخمور في ناديكم و لعبتم بالميسر، و ضربتم بالكبر والمعزفة و المزامير، ومنعتم محاويجكم زكاتكم و رأيتموها مغرما، وقتل البرئ ليغيظ العامة بقتله واختلفت أهواؤكم، وصار العطاء في العبيد والسقاط، وطفف المكائيل والموازين،و وليت أموركم السفهاء (أبو الشيخ في الفتن و عويس في جزئه والديلمي). [کنزالعمال،جلد۱۴،ص۵۷۳/۵۷۴]

حضرت زید ابن واقد سے روایت ہے، انھوں نے مکحول سے روایت کی، انھوں نے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ: قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، جب تم دیکھو لوگوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور امانت کو رائیگاں کر دیا اور کبیرہ گناہوں کو حلال ٹھہرایا اور سود خوری اور رشوت ستانی کی اور مکان پختہ بنائے اور خواہشوں کی پیروی کی اور دین کو دنیا کے بدلے بیچا اور قرآن کو گانا[1] ٹھہرالیا اور جب تم دیکھو لوگوں نے درندوں[2] کی کھالوں کو بطور زین استعمال کیا اور مسجدوں کو راستہ بنالیا اور مردوں نے ریشم کو پہناوا ٹھہرالیا اور جب ظلم زیادہ ہو اور زنا عام ہو اور طلاق معمولی بات سمجھی جائے اور خائن کے پاس امانت رکھی جائے اور امین کو خائن ٹھہرایا جائے اور بارش باعث شدت[3] گرمی ہو جائے اور جب اولاد دل کی گھٹن ہو جائے اور بدکار امرأ اور جھوٹے وزیر اور خائن امیر اور ظالم محتسب ہوں اور علماء اہل ثروت کے لیے سینوں پر ہاتھ رکھ کر جھکیں اور قرأ بکثرت ہوں اور فقہاء کی قلت ہو اور مصاحف سونے چاندی سے مزین کیے جائیں اور مسجدیں آراستہ کی جائیں اور منبر دراز کیے جائیں اور دل فاسد ہو جائیں اور لوگ گانے والیاں رکھیں اور باجے حلال ٹھہرائے جائیں اور شرابیں پی جائیں

---

[1] یعنی گانے کے طور پر اتار چڑھاؤ کے ساتھ قرآن پڑھیں گے یا ساز کے ساتھ قرآن کی تلاوت کریں گے اور غالبا یہ پچھلی بات بھی واقع ہوگئی اور پہلی بات تو قرأ ئے زمانہ میں عام ہے۔ ۱۲ راز ہری غفرلہ۔

[2] اس سے شیر وغیرہ کی کھال پر بیٹھنے سے ممانعت معلوم ہوتی ہے اور یہ ممانعت بعض حدیثوں میں وارد ہوئی اور اگر اس سے مقصود فخر ومباہات ہو تو اس سے ممانعت اس کی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اور اللہ کے حدود معطل کیے جائیں اور مہینے گھٹ جائیں اور عہد و پیمان توڑے جائیں اور عورت اپنے شوہر کی تجارت میں شریک ہو اور عورتیں ترکی گھوڑوں پر بیٹھیں اور عورتیں مردوں سے اور مرد عورتوں سے مشابہت کریں اور غیر اللہ کی قسم کھائی جائے اور آدمی گواہی میں سبقت کرے بغیر اس کے کہ گواہی طلب کی جائے اور زکوۃ تاوان ٹھہرے اور امانت مال غنیمت اور مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور ماں کی نافرمانی کرے اور باپ کو دور رکھیں اور عہدے میراث ہو جائیں اور اس امت کے پچھلے لوگ اگلوں کو گالیاں دیں[1] اور آدمی کی عزت اس کے شر کے ڈر سے ہو اور سپاہیوں کی کثرت ہو اور جاہل منبر پر چڑھیں اور مرد تاج پہنیں اور راستے تنگ ہوں اور رہائش کے مکان اونچے پختہ بنیں اور مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے بے نیاز ہوں اور تمہارے منبر کے خطیب بکثرت ہوں اور تمہارے علماء تمہارے والیوں کی طرف جھکیں تو ان کے لئے حرام حلال ٹھہرا دیں اور حلال کو حرام کر دیں اور ان کو من چاہا فتویٰ دیں اور تمہارے علماء علم اس لئے سیکھیں کہ تمہارے رئیسوں کے دینار و درہم اکٹھا کریں اور تم قرآن کو تجارت ٹھہرالو اور تمہارے مالوں میں جو اللہ کا حق ہے اسے ضائع کردو اور تمہارے مال تمہارے اشرار کے قبضوں میں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کی تحریم کا فائدہ دے گی، ۱۲ ازہری غفرلہ۔

ع غالباً مطلب یہ ہے کہ بارش کم ہو اور خشک سالی عام ہو، یا بارش کا اثر یعنی سبزہ اور خنکی ہوا مرتب نہ ہو، ۱۲ ازہری غفرلہ۔

[1] اس کے مصداق فی زماننا رافضی، خارجی، وہابی، دیوبندی، نیچری، قادیانی وغیرہم اور ان جیسے دیگر فرقہائے باطلہ ہیں، ۱۲ ازہری غفرلہ۔

ہوں اور تم اپنے رشتوں کو کاٹو اور اپنی مجلسوں میں شرابیں پیو اور جوا کھیلو اور طبلہ بجاؤ اور مزامیر کے آلات بجاؤ اور اپنے محتاجوں کو اپنی زکوٰۃ نہ دو اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھو اور بے گناہ کا قتل ہوتا کہ عام لوگ اس کے قتل سے گھٹیں اور تمہارے خیالات مختلف ہوں اور بخششیں غلاموں میں اور کم مرتبہ لوگوں میں عام ہوں اور پیمانے اور ترازوئیں کم ہوں[1] اور تمہارے امور کے والی بے وقوف لوگ ہوں۔

---

[1] یعنی کم تولنے کا رواج عام ہو جائے ۱۲ ازہری غفرلہ۔

جب لوگ نماز کو ضائع کرنے لگیں

نماز کو ضائع کرنا چند طور سے ہے۔ نجاست سے پرہیز نہ کرے کپڑے میں اس قدر نجاست ہو جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا ناپاک جگہ میں نماز پڑھے یا وضو صحیح طور پر نہ ہو یا نماز میں کوئی شرط یا رکن ادا نہ ہو یا معاذ اللہ دل طہارت باطنی و نور ایمانی سے خالی ہو بایں طور کہ اللہ و رسول جل وعلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم سے خالی ہو اور ضروریات دین میں سے کسی امر ضروری دینی مثلاً اللہ کی پاکی، نبی کے علم غیب یا خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ختم نبوت وغیرہ کا منکر ہو اگرچہ زبان سے کلمہ پڑھتا ہو اور یہ آخری صورت بدترین حالت ہے۔

جس میں نماز ہی کو رائیگاں کرنا نہیں بلکہ ایمان کو بھی ضائع کرنا ہے۔ آج کل اس کے مصداق وہابیہ، دیابنہ، قادیانی، روافض اور تمام منکران ضروریات دین ہیں۔ انھیں کے لئے مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیب کی سچی خبر دی:

"سیصلی قوم لادین لھم . یعنی ایک ایسی قوم نماز پڑھے گی جس کا دین نہ ہوگا"

ان تمام صورتوں میں نماز اصلا ہوتی ہی نہیں اگرچہ ظاہری صورت نماز کی دیکھنے میں آتی ہے اور نماز کو رائیگاں کرنے کی یہ صورت بھی ہے کہ اصلا نماز نہ پڑھے اور نماز کو ضائع کرنا یہ بھی ہے کہ رکوع و سجود میں طمانیت جو کہ واجب ہے، نہ کرے۔

اسی طرح واجبات نماز میں سے کوئی واجب چھوڑ دینا، یا خشوع و خضوع کے بغیر نماز پڑھنا، ان تمام صورتوں میں تضیع صلوٰۃ لازم آتی ہے۔

"بخاری شریف" میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ انہوں نے دیکھا ایک شخص کو کہ رکوع و سجود کامل طور پر نہیں کر رہا تھا جب اس نے اپنی نماز پوری کی تو حضرت خذیفہ نے کہا تو نے نماز نہیں پڑھی راوی کا بیان ہے میں گمان کرتا ہوں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہنے اس شخص سے کہا کہ اگر تو اس حالت پر مرا تو سنت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نہ مرے گا۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

"عن حذيفة انه رأى رجلا لا يتم ركوعه ولا سجوده فلماقضى صلاته قال له حذيفة ما صليت قال واحسبه قال لو مت مت على غير سنة محمد صلى الله عليه وسلم" [بخاری شریف، جلداوّل، ص۵۶]

نماز کو ضائع کرنا یہ بھی ہے کہ وقت گذار کر پڑھے، اسی "بخاری شریف" میں حضرت زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں دمشق میں انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ روتے تھے تو میں نے عرض کی کہ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نبی علیہ السلام کے زمانے کی کوئی چیز نہیں پہچانتا سوائے اس نماز کے اور یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

"عن عثمان ابن روّاداخی عبدالعزیزقال سمعت الزھری یقول دخلت علی انس بن مالك بدمشق وھویبکی فقلت مایبکیك فقال لا اعرف شیئا مما ادرکت الاھذہ الصلوٰۃ وھذہ الصلوٰۃ قدضیعت " [بخاری شریف، جلداوّل، ص۷٦]

اس حدیث کونماز کواس کاوقت گزار کرادا کرنے کے بیان میں امام بخاری نے ذکر کی۔ نیز طبرانی میں انہیں انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرماتے ہیں فرمایا: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جونمازیں انکے وقتوں پر پڑھے اوران کاوضو کامل ہواور نمازوں میں قیام خشوع ورکوع وسجود کامل طور پر کرے تو اس کی نماز سفید چمکتی ہوئی نکلتی ہے کہتی ہے اللہ تیری حفاظت کرے جس طرح تونے میری حفاظت کی اور جوناوقت نماز پڑھے اور وضو کامل نہ کرے اور نہ خشوع ورکوع وسجود تمام کرے تواس کی نماز نکلتی ہے سیاہ اندھیری، کہتی ہے اللہ تجھے ضائع کرے جیسا کہ تونے مجھے ضائع کیا یہاں تک کہ جب اس جگہ پر پہنچتی ہے جہاں اللہ چاہتا ہے۔ لپیٹ دی جاتی ہے جیسے کہ پراناکپڑالپیٹ دیاجاتا ہے پھراس نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔

اسی کے ہم معنی حضرت عبادہ ابن صامت سے مروی ہےاور کعب ابن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرمایا: ہمارے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ گر ہوئے اور ہم سات نفر تھے، چار ہمارے آزادکردہ غلاموں میں سے اور تین ہمارے عربوں میں سے۔ ہم لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد پر اپنی کمر ٹکائے تھے تو فرمایا تم لوگ کس لئے بیٹھے ہو؟ ہم نے

عرض کیا ہم بیٹھے ہیں نماز کے انتظار میں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھوڑی دیر ٹھہرے پھر ہم پر توجہ فرمائی تو فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں فرمایا تو جان لو کہ تمہارا رب فرماتا ہے جو پانچوں نمازیں ان کے وقتوں پر پڑھے اور ان نمازوں کی پابندی کرے اور ان کے آداب کی حفاظت کرے اور نمازوں کو ضائع نہ کرے اور نمازوں کو ناحق تساہل سے ضائع نہ کرے تو اس کے لئے میرے اوپر عہد ہے کہ میں اس کو جنت میں داخل کروں اور جو ان نمازوں کو ان کے وقتوں پر نہ پڑھے اور ان کے آداب کی حفاظت نہ کرے اور ناحق تساہل سے انہیں ضائع کر دے تو اس کے لئے میرے اوپر کوئی عہد نہیں۔ چاہوں تو عذاب دوں اور چاہوں تو بخش دوں۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

"وعن انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ من صلى الصلوات لوقتها واسبغ لها وضوء ها واتم لها قيامها وخشوعها وركوعها و سجودها خرجت وهي بيضاء مسفرة تقول حفظك الله كما حفظتني ومن صلىٰ لغير وقتها ولم يسبغ لها وضوء ها و لم يتم لها خشوعها ولا ركوعها ولا سجودها خرجت وهي سوداء مظلمة تقول ضيعك الله كما ضيعتني حتى اذا كانت حيث شاء الله لفت كمايلف الثوب الخلق ثم ضرب بها وجهه رواه

الطبرانی فی الاوسط وفیه عباد بن کثیر وقد اجمعوا علی ضعفه .قلت ویاتی حدیث عبادة بنحوهذافی باب من لایتم صلاته ویسیٔ رکوعها وعن کعب بن عجرة قال خرج علینارسول اللّٰه ﷺ ونحن سبعةنفرار بعة من موالینا و ثلاثة من عربنا مسندی ظهورناالی مسجده فقال ما اجلسکم قلناجلسنا ننتظر الصلاة قال فأرم قلیلا ثم اقبل علینا فقال هل تدرون ما یقول ربکم قلنالا قال فان ربکم یقول من صلی الصلوات الخمس لوقتهاوحافظ علیهاولم یضیعها استخفافاً لحقهافله علی عهدان ادخله الجنة ومن لم یصلهالوقتهاولم یحافظ علیهاوضیعها استخفافا بحقهافلاعهدله علی ان شئت عذبته وان شئت غفرت له“ [مجمع الزوائد، جلداول، ص۳۰۲]

اس حدیث کو روایت کیا طبرانی نے ”اوسط“ میں اور ”کبیر“ میں اور امام احمد کے الفاظ یوں ہیں: راوی نے کہا اس دوران کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد میں بیٹھا تھا۔ ہم لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد کی طرف اپنی کمر ٹکائے تھے۔ اتنے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرۂ مقدسہ سے باہر تشریف لائے نماز ظہر کے وقت میں تو فرمایا: تم لوگ...... الی آخرہ۔ اس کے بعد امام احمد نے مذکورہ بالا حدیث کے ہم معنی روایت کی۔

جب امانت رائیگاں کردی جائے

یعنی امانت کو اس کے مستحق تک نہ پہنچایا اور حدیث میں لفظ امانت عام ہے جو مال علم عمل سب کو شامل ہے۔

''تفسیر خازن'' میں زیرِ آیت کریمہ:

''اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا. یعنی بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو'' [پارہ ۵، سورۂ نسا، آیت ۵۸۔ کنزالایمان]

یہ آیت تمام امانت کو شامل ہے تو اس کے حکم میں ہر وہ امانت داخل ہے جس کی ذمہ داری انسان کو سونپی گئی ہے اور یہ تین قسم پر ہے:

پہلی یہ کہ اللہ کی امانت کو ملحوظ رکھے اور یہ اللہ کے احکام بجالانا اور ممنوعات سے پرہیز کرنا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود کا قول ہے کہ امانت ہر شے میں لازم ہے یہاں تک کہ وضو اور جنابت سے پاکی کے لئے غسل نماز، زکوۃ، روزہ اور ہر قسم کی عبادات میں۔

دوسری قسم یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس میں اللہ کی امانت ملحوظ رکھے اور وہ اللہ کی وہ نعمتیں ہیں جو اللہ نے بندے کے تمام اعضا میں رکھی ہیں تو زبان کی امانت یہ ہے کہ زبان کو جھوٹ، غیبت، چغلی وغیرہ خلاف شرع باتوں سے محفوظ رکھے اور آنکھ کی امانت یہ ہے کہ محرمات پر نگاہ سے آنکھ کو بچائے اور کان کی امانت یہ ہے کہ لغو، بے حیائی اور جھوٹی باتیں اور اس کے مثل خلاف شرع باتیں سننے سے پرہیز کرے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ بندہ اللہ کے بندوں کے ساتھ معاملات میں امانت کا لحاظ رکھے۔ لہٰذا اس پر ودیعت اور عاریت کا ان لوگوں کو لوٹانا ضروری ہے جنہوں نے اس کے پاس یہ امانتیں رکھیں اور اس میں ان کے ساتھ خیانت کرنا منع ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا امانت اس کو پہنچا جس نے تیرے پاس امانت رکھی اور اس کے ساتھ خیانت نہ کر جس نے تیرے ساتھ خیانت کی۔

"رواہ ابوداؤد وترمذی فقال حدیث حسن غریب"

یعنی امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

اسی میں ناپ اور تول کو پورا کرنا داخل ہے۔ لہٰذا ان میں کمی کرنا حرام ہے اور اس کے عموم میں امیروں اور بادشاہوں کی رعیت کے ساتھ اور علما کا عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی داخل ہے تو یہ تمام چیزیں اس امانت کی قبیل سے ہیں جس کا ان کے مستحقین کو پہنچانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا۔

علامہ بغوی نے اپنی سند سے روایت کی۔ فرماتے ہیں: کم ایسا ہوا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور یہ نہ فرمایا ہو کہ اس کا ایمان نہیں جس کے پاس دیانت داری نہیں اور اس کا دین نہیں جس کو عہد کا پاس نہیں۔

علامہ موصوف کے الفاظ یہ ہیں:

"عن انس قال فلما خطبنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا قال لا ایمان لمن لا امانۃ لہ

ولا دین لمن لا عہد لہ" [تفسیر خازن، جلد اوّل، ص ۳۷۱]

اقول علما کی عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی یہی ہے کہ وہ اللہ و رسول (جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے احکام ان تک پہنچائیں اور اہل کو وہ علم سکھائیں جو ان کے پاس اس کی امانت ہے اس کو چھپا لینا امانت کو ضائع کرنا ہے۔ ؎

امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب **"اللآلی المصنوعہ"** میں اپنی سند سے سرکار سے روایت کیا:

"عن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ تناصحوا فی العلم ولا یکتم بعضکم بعضا فان خیانۃ فی العلم اشد من خیانۃ فی المال۔ **یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ علم کے معاملے میں خیر خواہی سے کام لو اور کوئی کسی سے علم نہ چھپائے۔ اس لئے کہ علم میں خیانت مال میں خیانت سے سخت تر ہے"** [جلد اوّل، ص ۲۰۸]

؎ امانت کی بربادی اس طرح بھی ہوگی کہ ہر کام نااہلوں کے سپرد ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: بینما النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یحدث اذ جاء اعرابی فقال متی الساعۃ قال اذا ضیعت الامانۃ فانتظر الساعۃ قال کیف اضاعتہا قال اذا وسد الامر الی غیر اہلہ فانتظر الساعۃ یعنی اس دوران کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گفتگو فرما رہے تھے ایک اعرابی آیا اور عرض کیا کہ: قیامت کب آئے گی؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امانت برباد کی جانے لگے تو تم قیامت کا انتظار کرو۔ اس نے سوال کیا امانت کی بربادی کس طرح ہوگی؟ ارشاد ہوا جب ہر کام نااہلوں کو سونپا جانے لگے تو تم قیامت کا انتظار کرو [مشکوٰۃ شریف، ص ۴۶۹] (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تقریر بالا سے روشن ہو گیا اور ادائے فرضیت وامانت کا معنی خوب روشن ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ امانت کو ضائع کرنا ان تمام مذکورہ صورتوں کو شامل ہے۔ یہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے دہن مبارک سے نکلے ہوئے ایک کلمہ کی جامعیت اور اس میں کثرت معانی کا یہ حال ہے کہ کسی کا بیان اس کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ ؎

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

"علم کو چھپانا" اس سے مراد یہ ہے کہ اہل سے پوشیدہ نہ رکھے جیسا کہ تقریر بالا میں گزرا اور خود آیت کریمہ سے یہ قید صراحتاً مستفاد ہے اور بلاشبہ یہ مال میں خیانت سے زیادہ سخت ہے کہ بعض صورتوں میں کتمان علم سے نوبت کفر تک پہنچتی ہے جیسے حضور ﷺ کے فضائل جلیلہ شہیرہ

(بقیہ گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) صادق المصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی بھی فی زمانا ظاہر ہونے لگی ہے۔ چنانچہ ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ حکومت وسلطنت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو کسی طرح بھی اس کے اہل نہیں، اسی طرح گاؤں کی سرداری و پردھانی نالائقوں کے سپرد ہے، حد تو یہ ہے کہ مساجد کی تولیت اور ان کا انتظام وانصرام بھی ایسے ایسے بے نمازی اور دنیادار مالداروں وسیٹھوں کے ہاتھ ہے جو عموماً عید وبقرعید کی نماز پڑھ لیتے ہیں یا کبھی کبھی جمعہ کی نماز کے لئے مسجدوں میں آجاتے ہیں۔ یونہی دینی درسگاہوں اور دیگر قومی اداروں کے اعلیٰ عہدیداران مثلاً ناظم اعلیٰ اور سیکریٹری کا عہدہ ایسے لوگوں کے سپرد کیا جارہا ہے جو علم دین اور قوم کے مسائل وضروریات سے قطعی نابلد ہیں۔

ظاہری بات ہے اگر اچھی سے اچھی چیز بھی نااہلوں کے ہاتھ میں پہنچ جائے تو وہ بد سے بدتر ہوہی جائے گی۔ غرض کہ اس زمانے کا ہر کام نااہلوں اور نالائقوں کے سپرد ہے لیکن پھر بھی خدا کا فضل ہے کہ کچھ لوگ ابھی ان عہدوں کے لائق اور اہل موجود ہیں، ۱۲ ارفاروقی غفرلہ۔

کثیرہ کو چھپانا اور ان کے بجائے ایسی باتیں بیان کرنا جس سے تنقیص شان رسالت ہوتی ہے۔ یہ اگلے زمانے میں یہودیوں کی خصلت تھی اور اب اس کے مصداق وہابیہ، دیابنہ وغیرہا ہیں۔

سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر امت میں کچھ لوگ یہودی ہیں اور میری امت کے یہودی تقدیر الٰہی کے جھٹلانے والے ہیں۔ [اللآلی المصنوعہ]

مفہوم حدیث سے خوب ظاہر کہ کچھ لوگوں کو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تکذیب اور کتمان حق کی وجہ سے یہودی فرمایا تو وہابیہ وغیرہم جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علم غیب ہی کے منکر ہیں اور دانستہ فضائل چھپاتے ہیں اور ضروریات دین کو نہیں مانتے، یہ بھی بلاشبہ اس حدیث کے مصداق ہیں اور وہ حدیث جس میں فرمایا کہ اس کا ایمان نہیں جس کے پاس دیانت نہیں ان منکرین کے حق میں اپنے ظاہری معنی پر ہے تو ان کی کلمہ گوئی اصلاً انہیں مفید نہیں۔ ؎

ذیاب فی ثیاب لب پہ کلمہ دل میں گستاخی
سلام اسلام ملحد کو کہ تسلیم زبانی ہے

یہاں سے ظاہر ہوا کہ حدیث میں قرب قیامت کی نشانیوں میں جو یہ فرمایا کہ کبیرہ گناہوں کو حلال ٹھہرائیں گے، یہ (جملہ) فقرہ سابقہ سے مربوط ہے اور دونوں میں علاقہ سبب ومسبب کا ہے۔ یعنی جب امانت ان سے مسلوب ہو جائے گی تو اس کا ضائع کرنا یہی ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں میں بے پرواہی کے ساتھ مبتلا ہو جائیں گے یا معاذ اللہ انہیں دل سے حلال

جان کر ایمان سے دور اور دین سے بے زار ہو جائیں گے۔

حدیث دونوں معنی کو شامل ہے اور دونوں فریق حدیث کے الگ الگ محمل کے اعتبار سے حدیث کے مصداق ہیں اور دوسرا فریق یعنی جو محرمات قطعیہ کو حلال جانے، مسلوب الامانت ایمان سے محروم، اسلام سے خارج ہیں اور اللہ کی عظمت کے لحاظ سے ہر گناہ اور ہر معصیت کبیرہ ہے اگر چہ بعض معاصی بمقابلۂ بعض کبیرہ ہیں اور بعض صغیرہ ہیں اور کبیرہ کی جامع تعریف یہ ہے کہ وہ ہر ایسی معصیت ہے جس کے مرتکب پر کتاب وسنت میں وعید شدید آئی اور جس کے ارتکاب سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔ جیسے سود خوری، یتیم کا مال کھانا، ماں باپ کی نافرمانی، قطع رحم، جادو، چغلی، جھوٹی گواہی اور حاکم کے پاس ناحق لوگوں کی شکایت کرنا، زنا کی دلالی اور محارم کے معاملہ میں بے غیرتی وغیرہ، یوں ہی وہ گناہ جس کے مرتکب پر لعنت وارد ہوئی، اسی طرح ہر صغیرہ جس پر اصرار کرے اور بار بار اس کا مرتکب ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

"لا کبیرة مع الاستغفار ولا صغیرة مع الاصرار. یعنی استغفار کے ساتھ کوئی گناہ کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار کے ساتھ کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا" [فیض القدیر، جلد ۶، ص ۴۳۶]

جب سود خوری کی جانے لگے

یعنی قربِ قیامت کے آثار میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ سود خوری عام طور پر مسلمانوں میں پائی جائے گی۔ مسلمان ایک دوسرے سے سود کا لین دین کریں گے یعنی ناپ تول والی جنس کو جیسے گیہوں، سونا، چاندی وغیرہ اسی جنس کے بدلے تفاضل کے ساتھ بیچیں گے زیادہ لینے کی شرط پر مسلمان مسلمان کو ادھار دے گا۔[1]

یہاں سے معلوم ہوا کہ سود مسلمان اور مسلمان یا مسلمان اور ذمی کے درمیان مالِ معصوم میں ہوتا ہے اور اس پر خود حدیث کا پہلا فقرہ کہ "نماز کو ضائع کریں گے" قرینہ ہے۔

نیز اس حدیث میں تصریح فرمائی کہ مسلمان اور حربی کافر کے درمیان سود نہیں۔ لہٰذا آج کل کفار سے زیادہ لینا سود کی حد میں نہیں آتا۔ لہٰذا ان سے بغیر بد عہدی کے جو کچھ جس طریقے سے ملے، وہ مسلمان کے لئے جائز ہے۔

---

[1] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قال رسول اللہ علیہ وسلم یاتی علی الناس زمان لا یبالی المرء ما اخذ منہ امن الحلال ام من الحرام یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ یہ خیال نہ کریں گے کہ انھوں نے حلال حاصل کیا یا حرام" [مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۱]

چنانچہ آج بعض لوگ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ "آج کل تو حلال ملتا ہی نہیں" چونکہ حلال میں فضول خرچی اور عیش و مستی کی گنجائش نہیں رہتی۔ اس لئے لوگ یہ تاویل کر لیتے ہیں کہ "آج کل تو حلال ملتا ہی نہیں"

حالانکہ حدیث پاک میں اس کی سخت وعید وارد ہے چنانچہ فرمایا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

یہاں سے بینک اور ڈاکخانے کے منافع کا حکم معلوم ہوا۔ تفصیل کے لئے "رسالہ بینک" مرتبہ مفتی قاضی عبدالرحیم بستوی مطبوعہ قادری بکڈپو نومحلہ بریلی شریف، ملاحظہ ہو۔

یونہی مسلم اپنے مسلمان بھائی کو قرض ادا کرنے کی صورت میں بلا شرط بطور انعام کچھ دیدے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

مندرجہ بالا تقریر سے یہ بھی روشن ہوا کہ ربا (سود) کے لئے قدر (ناپ تول) وجنس کی شرط ہے اس صورت میں ان دونوں میں سے کوئی بات نہ پائی جائے تو سود نہ ہوگا۔ لہٰذا نوٹ کے بدلے نوٹ کمی بیشی پر لینا دینا جب کہ یہ نقد ہو جائز ہے۔

تفصیل کے لئے "**کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم**" مصنفہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ ملاحظہ ہو اور گیہوں کو جو وغیرہ مختلف جنس سے تفاضل کے ساتھ بیچنا جائز ہے کہ گیہوں اور جو ایک جنس نہیں اور روٹی کو گیہوں یا آٹے کے بدلے کمی یا زیادتی کے ساتھ بیچنا بھی جائز ہے۔ اس لئے کہ یہاں جنس متحد ہے لیکن روٹی میں مقدار جو کہ شرط سود ہے۔ مفقود ہے۔

(بقیہ گذشتہ صفحے کا حاشیہ) رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: لایدخل الجنة لحم نبت من السحت وکل لحم نبت من السحت کانت النار اولی بہ. یعنی جنت میں وہ گوشت نہیں جائے گا جو مال حرام سے بنا اور جو گوشت حرام سے بنا ہو دوزخ اس کی زیادہ مستحق ہے" [مشکوٰۃ شریف، ص۲۴۲]

اگر لوگ تقویٰ شعاری کے ذریعہ رزق حلال کمانے کی فکر کریں تو جو مشکلات کسب حلال میں پیش آرہی ہیں ہرگز نہ آئیں مگر ہمارا حال تو یہ ہے کہ جو بھی ہو، جیسے بھی ہو، حلال ہو، حرام ہو، بس ہضم کرتے جاؤ، ۱۲ ارفاروقی غفرلہ۔

جب رشوت ستانی کی جانے لگے

پھر سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے قرب قیامت کی ایک اور نشانی یہ بتائی کہ رشوت کا لین دین لوگوں میں عام ہوگا گویا ان کے نزدیک وہ معمولی بات ہو۔ حالانکہ اللہ و رسول (جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے نزدیک معمولی بات نہیں بلکہ سخت حرام ہے۔[1]

قرآن شریف میں اس کی حرمت مصرح ہے اور حدیث میں فرمایا:

"لعن اللہ الراشی والمرتشی . یعنی اللہ کی لعنت ہے رشوت لینے اور دینے والے پر" [مسند امام احمد، جلد ۲، ص ۳۸۷]

یعنی رشوت لینے والا مطلقاً مستحق لعنت ہے اور دینے والا بھی اسی رسی میں گرفتار ہے جب کہ ناجائز کام کے لئے رشوت دے یا بغیر مجبوری کے دے اور دفع ظلم اور جائز حق کی تحصیل کے لئے جب رشوت دیئے بغیر چارہ نہ ہو تو یہ صورت مستثنیٰ ہے اور دینے والا اس وعید کا مصداق نہیں۔

---

[1] رشوت خوری اس قدر عام ہو چکی ہے کہ اپنے کو مذہبی اور قومی ہمدرد کہلانے والے بھی رشوت کو ہدیہ کا نام دیکر حلال سمجھنے لگے ہیں حالانکہ فقہائے کرام نے صاف تصریح فرمادی ہے کہ جو شخص کسی کو اس کے عہدہ پر فائز ہونے سے قبل رشتہ داری وغیرہ میں کچھ لیا دیا کرتا تھا تو اس کا لینا جائز ہے اور عہدہ پر فائز ہونے کے بعد لوگ جو بھی دیتے ہیں سب "رشوت" ہے۔
مشکوٰۃ شریف میں ہے: استعمل النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا من الازد یقال لہ ابن اللتبیۃ علی الصدقۃ فلما قدم قال ھذا لکم وھذا اھدی لی فخطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال اما بعد! فانی استعمل رجالا منکم علی امور مما ولانی اللہ فیاتی احدھم فیقول ھذا لکم وھذہ ھدیۃ اھدیت لی فھلا جلس فی بیت ابیہ او بیت امہ فینظر ایھدی لہ ام لا . یعنی رسول اللہ ﷺ نے قبیلۂ ازد کے ابن لتبیہ نامی ایک شخص کو زکوٰۃ وصول کرنے کو بھیجا۔ جب وہ زکوٰۃ وصول کرکے لایا تو عرض کیا کہ یہ بیت المال کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جب قرآن کو گانا ٹھہرالیا جائے

یعنی تجوید کے قواعد کا لحاظ نہیں رکھیں گے اور قرأت کا جو طریقہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے سے متوارث ہے اس کی پیروی نہ کریں گے یعنی گانے کے طور پر اتار چڑھاؤ کے ساتھ قرآن پڑھیں گے یا ساز کے ساتھ قرآن کی تلاوت کریں گے۔

بلکہ اتقان فی علوم القرآن للامام جلال الدین سیوطی میں ہے کہ: لوگوں نے تلاوت قرآن میں گانوں کی آوازیں ایجاد کرلیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ: ان کے دل فتنوں میں ہیں اور جنھیں ان کا حال پسند ہو ان کے دل بھی فتنے میں ہیں۔

جو طرز انھوں نے ایجاد کئے ان میں سے ایک کا نام ''ترعید'' رکھا اور وہ یہ ہے کہ قاری کانپتی ہوئی آواز بنائے گویا وہ ٹھنڈک سے یا تکلیف سے کانپ رہا ہے اور دوسرے طرز کا نام ''ترقیص'' رکھا اور وہ یہ ہے کہ حرف ساکن پر سکوت کا ارادہ کرے پھر وہاں سے حرکت کے ساتھ چل پڑے گویا وہ دوڑ لگا رہا ہے یا تیز رفتاری میں ہے۔

ایک طرز اور نکالا ہے جس کا نام ''تطریب'' رکھا اور وہ یہ ہے کہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) نے خطبہ دیا اور حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا: میں تم میں سے بعض لوگوں کو ان کاموں پر مقرر کرتا ہوں جن کا اللہ نے مجھے متولی بنایا ہے تو ان میں سے ایک آکر کہتا ہے کہ یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے تو وہ اپنے باپ کے یا ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھ گیا پھر دیکھتا کہ اسے ہدیہ ملتا ہے یا نہیں''۔ [ص ۱۵۶]

اس حدیث پاک سے واضح ہوا کہ جو چیز عہدے کی وجہ سے ملے وہ رشوت ہے، ۱۲ فاروقی غفرلہ

قرآن کریم کو ترنم سے اور لحن سے پڑھے اس طور پر کہ جہاں مد نہیں کیا جاتا وہاں مد کرے اور مد میں بے جا خلاف قاعدہ زیادتی کرے اور ایک طرز کا نام ''تحزین'' ہے اور وہ یہ کہ قرآن کریم غمگین انداز میں پڑھے جیسے خشوع وخضوع کے ساتھ رو دیتا ہو۔

امام سیوطی کے الفاظ یوں ہیں:

قدابتدع الناس قراء ة القرآن اصوات الغناء (الی ان قال) وقد قال فی ھؤلاء مفتونةقلوبھم وقلوب من یعجبھم شأنھم ومماابتدعوہ شیٔ سموہ الترعید وھوأن یرعدصوتہ کانہ یرعدمن بردأوألم وآخر سموہ الترقیص وھوأن یروم السکوت علی الساکن ثم ینفر من الحرکة کانہ فی عدوأوھرولةوآخر یسمی التطریب وھوأن یترنم بالقرآن ویتغنم بہ فیمدغیرمواضع المدویزدفی المدعلی مالا ینبغی وآخریسمی التحزین وھوأن یأتی علی وجہ حزین یکادیبکی مع خشوع وخضوع. [اتقان جزء ثانی ص ١٠١]

اقول اس میں کوئی حرج نہ ہونا چاہیئے جب کہ تجوید کے ساتھ پڑھے اور قواعد قرأت کا لحاظ رکھے، دکھاوا مقصود نہ ہو بلکہ بے ساختہ رقت طاری ہو جائے۔ اس لئے کہ علما نے تصریح فرمائی ان میں امام جلال الدین سیوطی بھی ہیں جو اسی ''اتقان'' میں فرماتے ہیں کہ: قرأت قرآن کے وقت رونا مستحب ہے اور جو رونے پر قادر نہ ہو وہ رونی صورت بنائے اور حزن

وخشوع تلاوت کے وقت مندوب ومحبوب ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:

"وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ. یعنی اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے"۔ [پارہ ۱۵ / سورۂ اسرا، آیت ۱۰۹]

اور صحیحین میں وہ حدیث ہے جس میں حضرت عبداللہ ابن مسعود کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے قرآن پڑھنا مذکور ہے اس میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ناگاہ حضور کی آنکھوں سے اشک رواں تھے۔

اور بیہقی "شعب الایمان" میں سعد ابن مالک سے مرفوعاً روایت ہے کہ بے شک قرآن حزن وبے چینی کی حالت اترا ہے تو جب تم اس کو پڑھو تو رو و پھر اگر تمہیں رونا نہ آئے تو رونی صورت بناؤ، اور اسی میں عبدالمالک ابن عمیر کی مرسل احادیث میں سے ایک حدیث ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر ایک سورت تلاوت کرتا ہوں تو جو روئے اس کے لئے جنت ہے پھر اگر تمہیں رونا نہ آئے تو روتے بنو۔

اور مسند ابویعلی میں ہے کہ: قرآن کو حزن کے ساتھ پڑھو اس لئے کہ وہ حزن کے ساتھ اترا، اور طبرانی میں ہے کہ لوگوں میں سب سے اچھا قاری وہ ہے جو قرآن پڑھے تو غمگین ہو۔

اور "شرح المہذب" میں فرمایا کہ: تحصیل گریہ کا طریقہ یہ ہے کہ جو پڑھ رہا ہے اس میں تہدید ووعید شدید اور جو عہد و پیماں ہیں ان میں غور کرے پھر اپنی کوتاہی یاد کرے اب بھی اگر رونا نہ آئے اور غمگین نہ ہو تو اس بات

کے نہ ملنے پر روئے اس لئے کہ یہ مصائب میں سے ہے۔

علامہ سیوطی قدس سرہ القوی کے الفاظ یہ ہیں:

يستحب البكاء عندقراءة القرآن والتبالي لمن لا يقدر عليه والحزن والخشوع قال تعالىٰ ويخرون للأذقان يبكون وفي الصحيح حديث قراءة ابن مسعود على النبي ﷺ وفيه فاذاعيناه تذرفانوفي لشعب للبيهقي عن سعدابن مالك مرفوعاًأن هذا القرآن نزل بحزن وكآبةفاذاقرأتموه بكوافان لم تبكوافتباكواوفيه من مرسل عبدالملك بن عمير أن رسول الله ﷺقال أني قارئ عليكم سورة فمن بكى فله الجنة فان لم تبكوا فتباكوا،وفي مسند أبي يعلى حيدث أقرؤالقرآن بالحزن فانه نزل بالحزن وعندالطبرانى أحسن الناس قراءة من اذا قرأالقرآن بتحزن قال في شرح المهذب وطريقه في تحصيل البكاء أن يتأمل مايقرأمن التهديد و وعيدالشديدوالمواثيق والعهودثم يتفكرفي تقصيره فيهافان لم يحضره عندذلك حزن وبكاء فليبك على فقدذلك فانه من المصائب[اتقان جز ثانی ۱۰۷]

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ: اسی (مذکورہ طرزوں) کے قبیل سے ایک بدعت وہ ہے کہ بہت سے لوگ اکٹھے ہو کر بیک آواز

پڑھتے ہیں"افلاتعقلون"کو"افل تعقلون"پڑھتے ہیں اور"قالوا آمنا" واؤ کے حذف کے ساتھ"قال آمنا"پڑھتے ہیں، جہاں مد نہیں وہاں مد کرتے ہیں تاکہ جو انھوں نے اپنایا ان کا طریقہ بن جائے اور مناسب یہ ہے اس کا نام"تحریف"رکھا جائے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کے الفاظ یہ ہیں:

ومن ذلك نوع أحدثه هؤلاء الذين يجتمعون فيقرؤن كلهم بصوت واحدفيقولون في قوله تعالىٰ أفلاتعقلون أفل تعلقون بحذف الالف قال آمنا بحذف الواويمدون مالايمدليستقيم لهم الطريق التى سلكوهاوينبغي أن يسمى التحريف انتهى. [اتقان، جزء ثانی، ص۱۰۲]

اقول بے شک تحریف ہے اور قصداً اس طور پر پڑھنے والا مستحق تحریف قرار پائے گا۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ مجرد تحسین صوت اور خوش الحانی جب کہ زیادتی ونقصان حروف اور مد مفرط اور تمطیط (بے جا کھینچ تان) سے پاک ہو اور قواعد قرآن کی رعایت کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ مسنون ہے۔

حدیث ابن حبان وغیرہ میں ہے:

"زينوا القرآن باصواتكم وفي لفظ عندالدارمي حسنوا القرآن باصواتكم فان الصوت الحسن يزيد القرآن حسناوأخرج البزاروغيره حديث حسن

الصوت زينة القرآن وفيه احاديث صحيحة كثيرة فان لم يكن حسن الصوت حسنه مااستطاع بحيث لايخرج الى حدالتمطيط. یعنی قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو اور داری کی ایک روایت میں ہے قرآن کو اپنی آوازوں سے سنوارو۔ اس لئے کہ اچھی آواز قرآن کے حسن کو بڑھاتی ہے اور بزار وغیرہ نے حدیث روایت کی کہ: اچھی آواز قرآن کی زینت ہے اور اگر قاری خوش آواز نہ ہو تو جہاں تک ہو سکے اچھی آواز بنائے۔ پرونے کی کوشش میں "تمطیط" کی حد تک نہ پہنچے" [اتقان، جزء ثانی، ص ۱۰۷]

یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ "تمطیط" جو نا جائز ہے، وہ یہ ہے کہ مد میں بہت مبالغہ کرے اور حرکات کے اشباع میں مبالغہ کرے یہاں تک کہ زبر سے "الف" پیش سے "واؤ" زیر سے "یا" نمایاں ہو جائے یا جہاں ادغام کا محل نہیں وہاں ادغام کرے۔

نیز حدیث میں ہے سرکار ﷺ نے فرمایا:

"اقرؤا القرآن بلحون العرب و أصواتها واياكم و لحون اهل الكتابين وأهل الفسق فانه سيجئى أقوام يرجعون بالقرآن ترجيع الغناء والرهبانية ﴿وفى نسخة والنوح﴾ لايجاوز حناجرهم مفتونة قلوبهم وقلوب من يعجبهم شانهم أخرجه الطبرانى

والبیھقی[1]۔ یعنی قرآن کو عربوں کے طرز اور ان کی آواز کے ساتھ پڑھو اور یہود و نصاریٰ کے طرز سے اپنے آپ کو دور رکھو اور اہل فسق[2] کے طرز سے بچو۔ اس لئے کہ کچھ ایسے آئیں گے جو قرآن میں گانے کی طرح "ترجیع" (اتار چڑھاؤ) سے کام لیں گے اور اہل رہبانیت کے طور پر پڑھیں گے۔ قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا، ان کے دل فتنوں میں پڑے ہیں اور ان کے دل بھی جنھیں ان کا یہ حال بھلا لگتا ہو، اس حدیث کو طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا"۔ [اتقان، جزء ثانی، ص ۱۰۷]

تلاوت میں ایک مذموم طریقہ یہ بھی ہے کہ عورتوں کی آواز بنا کر تلاوت کرے یہ خود ناجائز ہے تشبہ کی وجہ سے اور گانے کے طرز پر ہونے کی وجہ سے۔

---

[1] اس حدیث پاک کو صاحب مشکوٰۃ نے ص ۱۹۱ ر پر اور صاحب "تیسیر" نے جلد ۲ ر ص ۱۹۴ ر پر حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں الفاظ روایت کیا: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقرؤا القرآن بلحون العرب و اصواتھا وایاکم ولحون اھل العشق ولحون اھل الکتابین وسیجئی بعدی قوم یرجعون بالقرآن ترجیع الغناء والرھبانیۃ والنوح لایجاوز حناجرھم مفتونۃ قلوبھم وقلوب الذین یعجبھم شانھم. یعنی رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن مجید عرب کے لحنوں میں پڑھو اور یہود و نصاریٰ اہل عشق کے لحنوں سے بچو کہ عنقریب میرے بعد کچھ ایسے لوگ آنے والے ہیں جو قرآن آ، آ کر کے جیسے گانے کی تانیں اور راہبوں اور مرثیہ خوانوں کی اتار چڑھاؤ۔ قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا (یعنی ان کے دلوں پر کچھ اثر نہ کرے گا) فتنے میں ہوں گے ان کے دل اور جنھیں ان کی یہ حرکت (یعنی اس طرح کی اتار چڑھاؤ والی قرأت) پسند آئے گی ان کے دل بھی۔

[2] آج یہ بات حفاظ و قراء زمانہ میں عموماً مشاہدہ کی جا سکتی ہے کہ خوش (بقیہ اگلے صفحہ پر)

علما فرماتے ہیں کہ: تفخیم کے ساتھ پڑھنا مطلوب ہے اس لئے حاکم کی حدیث میں ہے:

"نزل القرآن بالتفخيم قال الحليمي ومعناه أنه يقرأ على قراءة الرجال ولا يخضع الصوت فيه ككلام النساء. یعنی قرآن تفخیم کے ساتھ اترا، حلیمی نے فرمایا تفخیم کا معنی یہ ہے کہ قرآن کو مردوں کی تلاوت کے طرز پر پڑھے اور اس میں عورتوں کی بولی کی طرح آواز پست نہ کرے۔ [اتقان، جزء ثانی، ص ۱۰۷/۱۰۸]

(بقیہ صفحہ گذشتہ) الحانی اور اتار چڑھاؤ کا بڑا خیال کرتے ہیں اگرچہ سال کے گیارہ مہینے نماز کے قریب تک نہ گئے، داڑھی منڈوائی، حرام کا ارتکاب کیا اور رمضان آتے ہی مصلے پر کھڑے قرآن سنانے لگے، حد تو یہ ہے کہ عوام بھی صحیح القرأۃ قرا کو پس پشت ڈال کر گانے جیسی قرأت اور عورت جیسی آواز والے قرا پسند کرتے ہیں بھلے ہی وہ مخارج کی صحیح ادائیگی اور تجوید سے نابلد ہوں، ۱۲، فاروقی غفرلہ

جب اولاد دل کی گھٹن ہو جائیں

اس سے مراد اولاد میں نافرمانی کی کثرت ہے۔ ماں باپ کی نافرمانی اللہ جبار و قہار کی نافرمانی ہے اور ان کی ناراضگی اللہ قہار کی ناراضگی ہے۔ آدمی ماں باپ کو راضی کرلے تو وہ اس کے لئے جنت ہیں اور اگر ناراض کر دے تو وہی اس کے لئے باعث دوزخ ہیں۔

جب تک ماں باپ کو راضی نہ کرے گا، اس کا کوئی فرض، کوئی نفل، کوئی عمل نیک اصلاً قبول نہ ہوگا۔ عذاب آخرت کے علاوہ دنیا میں ہی جیتے جی اس پر سخت بلا نازل ہوگی۔ مرتے وقت معاذ اللہ کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

"طاعة الله طاعة الوالد ومعصية الله معصية الوالد

اللہ کی اطاعت والد کی اطاعت ہے اور اللہ کی معصیت والد کی (نافرمانی) معصیت ہے" [مجمع الزوائد، جلد ۸، ص ۱۳۶]

لے آج والدین کے ساتھ نافرمانی کا معاملہ بھی آسانی سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے جبکہ والدین کی نافرمانی تو در کنار قرآن عظیم نے ان سے اونچی آواز میں بات کرنے بلکہ اُف یا ہوں تک کہنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔ یعنی تو ان سے ہوں نہ کہنا اور انھیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا" [پارہ ۱۵، سورۂ اسرا، آیت ۲۳، کنز الایمان]

لیکن آج معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے ہم نے ایسے بیٹوں کو بھی دیکھا ہے جو بڑھاپے میں اپنے والدین کی خدمت و اطاعت کرنے کی بجائے انھیں طرح طرح کی اذیتیں دیتے ہیں بیمار ماں باپ دوا وغیرہ تک کے لئے محتاج ہیں۔ کوئی پرسان حال نہیں، حتیٰ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

"کل الذنوب یؤخر الله ماشاء منها الی یوم القیامة الا عقوق الوالدین فان الله تعالی یعجله لصاحبه فی الحیاة قبل الممات. یعنی سب گناہوں کی سزا اللہ تعالیٰ چاہے تو قیامت کے لیے اٹھا رکھتا ہے مگر ماں باپ کی نافرمانی کی سزا اس کے جیتے جی (دنیا ہی میں) پہنچاتا ہے" [حاکم مستدرک، جلد۴، ص۱۵۶]

نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

"مَلْعُوْنٌ مَنْ عَقَّ وَالِدَيْهِ، مَلْعُوْنٌ مَنْ عَقَّ وَالِدَيْهِ، مَلْعُوْنٌ مَنْ عَقَّ وَالِدَيْهِ. یعنی ملعون ہے وہ جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون ہے وہ جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون ہے وہ جو اپنے والدین کو ستائے" [ترغیب، جلد۳، ص۲۸۷]

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"والدین کے ساتھ نیکی صرف یہی نہیں کہ ان کے حکم کی پابندی کی جائے اور ان کی مخالفت نہ کی جائے بلکہ ان کے ساتھ نیکی یہ بھی ہے کہ کوئی ایسا کام نہ کرے جو

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) کہ اپنی بیوی کی خوشنودی کے لئے انھیں مار پیٹ کر گھروں سے بھی نکال دیتے ہیں جو ان کی دنیا و آخرت کی بربادی کا سبب ہے۔ چنانچہ خود اسی حدیث میں اسے قیامت کی نشانیوں میں شمار فرمایا کہ: مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور ماں کی نافرمانی کرے اور باپ کو دور رکھے۔ ۱۲ رفاروقی غفرلہ۔

ان کو ناپسند ہو اگرچہ اس کے لئے خاص طور پر ان کا کوئی حکم نہ ہو۔ اس لئے کہ ان کی ''فرماں برداری'' اور ان کو ''خوش رکھنا'' دونوں واجب ہیں اور نافرمانی اور ناراض کرنا حرام ہے'' [حقوق والدین، ص ۳۸]

والدین اس کے لئے اللہ جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سائے اور ان کی ربوبیت ورحمت کے مظہر ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن عظیم میں اللہ جل جلالہٗ نے اپنے حق کے ساتھ ان کا حق بھی ذکر فرمایا:

''اَنِ اشْكُرْلِيْ وَلِوَالِدَيْكَ یعنی حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا'' [پارہ ۲۱ رسورۂ لقمان، آیت ۱۴۔ کنزالایمان]

حدیث پاک میں ہے کہ: ایک صحابی رسول نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی یارسول اللہ! ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت ان پر ڈالا جاتا کباب ہو جاتا، میں چھ میل تک اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کر کے لے گیا ہوں، کیا میں اب اس کے حق سے عہدہ برآ ہو گیا؟ ارشاد ہوا:

لعله ان یکون بطلقة واحدة. یعنی تیرے پیدا ہونے میں جس قدر درد کے جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید ان میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے. [مجمع الزوائد، جلد ۸، ص ۱۳۷]

بالجملہ والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے عہدہ برآ ہو سکے۔ وہ اس کی حیات ووجود کے سبب ہیں تو جو کچھ نعمتیں دینی ودنیاوی پائے گا سب انھیں کے طفیل میں کہ ہر نعمت وکمال وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے تو صرف ''ماں باپ'' ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے

جس سے کبھی بری الذمہ نہیں ہو سکتا، نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں کوشش، اس کے آرام کے لئے ان کی تکلیفیں خصوصاً پیٹ میں رکھنے، پیدا کرنے، دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں، ان کا شکر کہاں تک ادا ہو سکتا ہے؟۔

جب علما اہل ثروت کے لئے سینوں پر ہاتھ باندھے جھکیں

اس سے مراد علما کے گروہ میں وہ فساق ہیں جو مال و جاہ کی لالچ میں اہل ثروت کے لئے جھکیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرائیں گے اور دنیاداروں کو ان کی خواہش کے موافق فتویٰ دیں گے جیسا کہ آگے اسی حدیث میں بیان ہوا، اس سے مقصود علما اور عوام دونوں کی تحذیر و تنبیہ ہے۔

امام جلال الدین سیوطی حضرت عبداللہ ابن مبارک سے اپنی کتاب "**اللآلی المصنوعه**" میں حدیث روایت کرتے ہیں جس کو انھوں نے ابو معن سے روایت کیا۔ انھوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی سہیل ابن حسان کلبی نے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک وہ چکنی پھسلنی چٹان جس پر علما کے پیر نہیں جمتے "طمع" ہے۔

---

[1] رشد و ہدایت کی راہ سے بھٹکنے والے علمائے سوء ہی عموماً سرمایہ داروں کے پاس جاتے ہیں اور چند ٹکوں کی خاطر اپنا فضل و وقار ان کے پاس گروی رکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: ان اناسا من امتی سیتفقھون فی الدین ویقرؤن القرآن و یقولون نأتی الامراء فنصیب من دیناھم ونعتزلھم بدیننا ولا یکون ذلک کما لا یجتنی من القتاد الا الشوک کذلک لا یجتنی من قربھم یعنی میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو دین کی سمجھ حاصل کریں گے اور قرآن پڑھیں گے پھر سرمایہ داروں کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم سرمایہ داروں کے پاس جاتے ہیں اور ان سے دنیا حاصل کرتے ہیں اور اپنا دین بچا کر الگ ہو جاتے ہیں حالانکہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا جس طرح قتاد [ایک (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"عن ابی معن عن اسامة بن زید مرفوعاً ان الصفا الزلال لاهل العلم الطمع، لا یصح: محمد بن مسلمة ضعیف جدا وکذا خارجة (قلت) اخرجه ابن المبارك فی الزهد عن ابی معن قال حدثنی سهیل بن حسان الکلبی ان رسول الله ﷺ قال ان الصفا الزلال الذی لایثبت علیه اقدام العلماء الطمع والله اعلم" [اللآلی المصنوعة، جلد اوّل، ص ۲۱۰]

اسی میں حضرت انس سے مرفوعاً مروی ہے کہ علما اللہ کے رسولوں کے بندوں کے پاس امین ہیں جب تک بادشاہ سے نہ ملیں اور دنیا میں دخل نہ دیں تو جب دنیا میں دخل دینے لگیں اور بادشاہوں سے مل جائیں تو بے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کانٹے دار درخت] سے کانٹوں کے سوا کچھ نہیں مل سکتا اسی طرح سرمایہ داروں کے قرب سے کچھ نہیں حاصل ہو سکتا" [سنن ابن ماجہ، ص ۲۳]

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لوان اهل العلم صانوا العلم ووضعوه عند اهله لسادوا به اهل زمانهم ولکنهم بذلوه لاهل الدنیا لینالوا به من دنیاهم فهانوا علیهم . یعنی اگر علما اپنا علم محفوظ رکھتے اور اسے ذی صلاحیت انسانوں پر خرچ کرتے تو زمانہ کے سردار بن جاتے مگر انھوں نے دنیا کے حصول کے لئے اپنا علم اہل دنیا پر خرچ کیا جس کی وجہ سے اہل زمانہ کی نظروں میں ذلیل وخوار ہو گئے۔ [مشکوٰۃ شریف، ص ۳۷]

آج یہ منظر بھی ہماری نگاہوں کے سامنے ہے کہ علمائے آخرت سے بے فکر ہو کر اس فانی دنیا کا حصول ہی اپنے علم کا مقصد بنا رکھا ہے اور سیاسی لیڈر بننے اور شہرت و دولت حاصل کرنے میں سرگرداں ہیں، بعض نا عاقبت اندیش نام نہاد علماء اخبارات میں چھپنا اپنی معراج تصور کرتے ہیں اور طرح طرح کے لایعنی اور گمراہ کن بیانات دے کر قوم اور ذمہ داران قوم کو بدنام کرتے ہیں، ۱۲، رفاروقی غفرلہ۔

شک انہوں نے رسولوں کے ساتھ خیانت کی تو ان سے دور رہو۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

"عن انس مرفوعاً العلماء امناء الرسل علی العباد مالم یخالطوا السلطان ویدخلوا فی الدنیا فاذا دخلوا فی الدنیا وخالطوا السلطان فقد خانوا الرسول فاعتزلوهم" [اللآلی المصنوعة، جلد اوّل، ص۲۱۹]

مگر سارے علما کا یہ حال نہ ہوگا "بخاری شریف" کی حدیث میں وارد ہوا جو حضرت امیر معاویہ سے مروی ہے کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا اللہ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو فقیہ (دین کی سمجھ رکھنے والا) بناتا ہے اور میں تو بانٹنے والا ہوں اللہ دیتا ہے۔ میری امت کا ایک گروہ اللہ کا حکم آنے تک اللہ کے دین پر قائم رہے گا۔ ان کے مخالف انہیں کچھ نہ نقصان پہنچا سکیں گے۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

"عن ابن شهاب قال قال حمید بن عبد الرحمن سمعت معاویة خطیباً یقول سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یقول من یرد اللہ به خیرا یفقهه فی الدین وانما انا قاسم واللہ یعطی ولن تزال هذه الامة قائمة علی امر اللہ لا یضرهم من خالفهم حتی یأتی امر اللہ" [بخاری شریف، جلد ا، ص ۶۱]

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت تک خیار علما جو شریعت

کے پاسبان اور دین کے فقیہ ہیں، ہوتے رہیں گے۔ وہ خود دین پر قائم رہیں گے اور ان کی برکت سے ان کے سچے متبعین کہ اہل سنت و جماعت ہیں دین پر قائم رہیں گے۔

اس پر خود اسی حدیث میں قرینہ موجود کہ فرمایا قرّاء بکثرت ہوں گے اور فقہا کم رہ جائیں گے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ایسے لوگ قیامت آنے تک آتے رہیں گے اور یہ جو فرمایا کہ قاری بکثرت ہوں گے، فقرۂ سابقہ سے ملانے پر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ قاریوں کی کثرت سے ایسے لوگ مراد ہیں جو قرآن تو پڑھیں گے لیکن اس کے معنی میں فہم و تدبر سے کام نہ لیں گے اور اس طرح صحابہ کرام کا وہ طریقہ جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے انھوں نے لیا اور ان کے متبعین میں رائج ہوا، متروک ہو جائے گا۔

حضرت ابو عبد الرحمن سُلَمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ انھوں نے فرمایا ہم سے حدیث بیان کی ان صحابی نے جو ہم کو قرآن پڑھاتے تھے کہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دس آیتیں سیکھتے تھے تو دوسری دس آیتوں کی قرأت نہ شروع کرتے جب تک کہ جو ان میں علم و عمل ہے، جان نہیں لیتے۔ انھوں نے فرمایا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم کو علم و عمل دونوں کی تعلیم دیتے تھے۔

اس حدیث جلیل سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کائنات کے تمام واقعات کی خبر ہے، ماضی و مستقبل سب کا علم ہے، عالم کا ذرہ ذرہ پیش نظر ہے، قرب قیامت کی نشانیاں اور خود قیامت سب مشاہدہ میں ہیں۔

علما فرماتے ہیں کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر اس حال میں کہ اللہ نے حضور کو اس سے مطلع فرمادیا کہ قیامت کب آئے گی اس کی تعیین لوگوں سے پوشیدہ رکھنے کا سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو حکم دیا بلکہ بعض احادیث سے قیامت کے احوال کا بھی پیش نظر ہونا ثابت ہے۔

علمائے کرام کی اس رائے کی تائید ایک دوسری حدیث سے مستفاد ہوتی ہے۔ یہ حدیث حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جو "کنز العمال" جلد ۱۴ ص ۵۸۳ ر پر موجود اور خاصی طویل ہے۔

اس میں حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کے دفن کے تھوڑے عرصہ بعد ایک ہوا کا ذکر ہے جو یمن کے طرف سے چلے گی۔ روئے زمین پر جتنے مسلمان اس وقت ہوں گے یہ ہوا، ان کی روح قبض کر لے گی اور قرآن کو ایک ہی رات میں اٹھالیا جائے گا تو انسانوں کے سینوں میں اور ان کے گھروں میں اس میں سے کچھ نہ رہے گا تو ایسے لوگ رہ جائیں گے جن میں نہ کوئی نبی ہوگا، نہ قرآن کا علم ہوگا اور نہ ان میں کوئی مسلمان ہوگا۔

حضرت عبداللہ عمرو ابن عاص نے فرمایا تو یہاں پر ہم سے قیامت کے برپا ہونے کا وقت چھپا لیا گیا تو ہم نہیں جانتے کہ ان لوگوں کو کتنی مہلت دی جائے گی۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

"عن عبداللہ بن عمرو أن رجلا قال له انت الذی تزعم أن الساعۃ تقوم إلی مائۃ سنۃ! قال سبحان

الله وأناأقول ذلك ومن يعلم قيام الساعة إلا الله
إنماقلت ماكانت رأس مائة للخلق منذ خلقت
الدنياالاكان عند رأس المائة أمر،قال ثم يوشك
أن يخرج ابن حمل الضأن،قيل ومااين حمل
الضان؟قال رومي احد ابويه شيطان،يسير إلى
المسلمين في خمسمائة ألف بحراً حتى ينزل
بين عكاوصورثم يقول ياأهل السفن اخرجوا
منها،ثم أمربهافأحرقت،ثم يقول لهم لا قسطنطينية
لكم ولارومية حتى يفصل بيناوبين العرب،قال
فيستمدأهل الإسلام بعضهم بعضاحتى تمدهم
عدن أبين على قلصاتهم فيجتمعون فيقتتلون
فتكاتبهم النصارى الذين بالشام ويخير ونهم
بعورات المسلمين فيقول المسلمون الحقوا
فكلكم لند عدوّحتى يقضى الله بيننا وبينكم،
فيقتتلون شهراًلايكل لهم سلاح ولالكم و
يقذف الطير عليكم و عليهم،قال و بلغنا إنه
إذا كان رأس الشهرقال ربكم اليوم أسلّ سيفي
فأنتقم من أعدائي وأنصر أوليائي، فيقتتلون
مقتلة مارئي مثلهاقط حتى ماتسيرالخيل إلا
على الخيل وما يسيرالرجل إلاعلى الرجل،وما

يـجدون خلقا يحول بينهم وبين القسطنطينية و لا رومية، فيـقول أميرهـم يومئذ لا غلول اليوم، من أخـذ اليـوم شيـئـا فهو له، قال فيأخذون مايخف عـليهم ويد عون ما ثقل عليهم فبينماهم كذلك إذ جاء هم إن الد جال قدخلفكم فى ذراريكـم، فيـرفضون ما في أيديهـم ويقبلون، ويصيب الناس مجاعة شديد ة حتى أن الرجل ليحرق و ترقوسه فيأكله، وحتى أن الرجل ليحرق حجفته فيأكلها حتـى أن الـرجل ليكـم أخاه فمايسمعه الصوت من الجهد، فبينماهم كذلك إذ سمعوا صوتامن السـمـاء أبشروا فقد أتاكـم الغوث فيقولون: نزل عيسى ابن مريم فيستبشرون و يستبشربهم صل يـاروح الـلّـه فيـقول إن الله اكرم هذه الأمة فلا ينـبـغـي لأحـدأن يـؤمهم إلا منهم، فيصلي أمير الـمـؤمنين بالناس قيل واميرالناس يومئذ معاوية بـن ابـى سـفيـان قال لا يصلى عيسى خلفه فاذا نـصـرف عيسى دعا بحربته فاتى الدجال فقال رويـدك يـادجـال يـا كـذاب فاذا رأى عيسى و عـرف صـوتـه ذاب كـمـايذوب الرصاص إذا أصـابتـه الـنـاروكـمـا تذوب الالية إذا اصابتها

الشمس ولو لانه يقول رويدا لذاب حتى لا
يبقى منه شي ، فيحمل عليه عيسى فيطعن
بحربته بين ثديه فيقتله ويفرق جنده تحت
الحجارة والشجرة وعامة جنده اليهود و
المناقون فينادي الحجر ياروح الله هذا تحتي
كافر فاقتله فيأمر عيسى بالصليب فيكسر و
بالخنزير فيقتل و تضع الحرب اوزارها حتى ان
الذئب ليربض إلى جنبه مايغمزبها، وحتى أن
الصبيان ليلعبون بالحيات ماتنهشهم، ويملأ
الأرض عدلا، فبينماهم كذلك إذ سمعوا صوتاً
قال فتحت يأجوج ومأجوج وهوكما الله تعالىٰ
(وهم من كل حدب ينسلون) فيفسدون الارض
كلها حتى ان اوائلهم ليأتى انهر العجاج فيشربونه
كله وان آخرهم ليقول قدكان ههنا نهر و
يحاصرون عيسى ومن معه بيت المقدس و
يقولون ما نعلم فى الارض احد إلاذبحناه
هلموا نرمى من فى السماء فيرمون حتى ترجع
إليهم سهامهم فى نصولها الدم للبلاء فيقولون ما
بقى فى الارض ولا فى السماء فيقول المؤمنون
ياروح الله ادع عليهم بالفناء فيدعو الله عليهم

فیبعث النغف فی آذانہم فیقتلہم فی لیلة واحدة
فتنتن الارض کلہامن جیفہم فیقولون یاروح
اللہ نموت من النتن فید عواللہ، فیعث وابلامن
المطر فجعلہ سیلافیقذ فہم کلہم فی البحرثم
یسمعون صوتا فیقال مہ؟ قیل غزی البیت
الحصین فیبعثون جیشا فیجدون اوائل ذلک
الجیش ویقبض عیسی ابن مریم وولیہ المسلمون
وغسلوہ وحنطوہ وکفنوہ وصلوا علیہ وحفروالہ
ودفنوہ،فیرجع أوائل الجیش والمسلمون ینفضون
أیدیہم من تراب قبرہ،فلا یلبثون بعد ذلک إلا
یسیراحتی یعث اللہ الریح الیمانیة،قیل وما الریح
الیمانیة؟قال ریح من قبل الیمن لیس علی الارض
مؤمن یجد نسیمہاإلا قبضت روحہ قال ویسری
علی القرآن فی لیلة واحدة ولایترک فی صدور
بنی آدم ولافی بیوتہم منہ شی إلارفعہ اللہ فیبقی
الناس لیس فیہم نبی و لیس فیہم قرآن ولیس
فیہم مؤمن قال عبد اللہ بن عمروفعند ذلک
أخفی علینا قیام الساعة فلا ندری کم یترکون
کذلک تکون الصیحة، قال ولم تکن صیحة قط
إلابغضب من اللہ علی أہل الارض،قال وقال

اللہ تعالیٰ (وما ینظر ھؤلاء إلا صیحة واحدة مالها من فواق) سورة ص آیة ١٥ ،قال فلا أدری کم یترکون کذلك. [کنز العمال جلد ۱۴ رص ۵۷۹]

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام اپنے بارے میں یہ خبر دے رہے ہیں کہ ان سے قیامت کا وقت چھپا لیا گیا اور چھپانے والے حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہیں تو یہ چھپانا اس امر کی دلیل ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کے برپا ہونے کے وقت کی خبر تھی مگر بتانے کا حکم نہ تھا اس لئے صحابہ کرام سے چھپایا۔

''بخاری شریف'' کتاب الوضو میں حضرت اسماء بنت ابوبکر سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسی چیز نہیں جو میں نے اب سے پہلے نہ دیکھی تھی مگر یہ کہ ان کو ایسے مقام پر دیکھا یہاں تک کہ جنت دوزخ کا مشاہدہ فرما لیا اور بے شک میری طرف وحی آتی ہے کہ تم اپنی قبروں میں آزمائے جاؤ گے فتنہ دجال کے مثل یا اس کے قریب تم میں سے ہر ایک کے پاس فرشتے آئیں گے ،تو پوچھا جائے گا اس شخص کے بارے میں (یعنی حضور کے بارے میں) تمہارا کیا علم ہے؟ تو مومن یا موقن (شک راوی) کہے گا کہ یہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ہمارے پاس روشن نشانیاں اور ہدایت لے کر آئے تو ہم نے ان کا کہا مانا اور ایمان لائے اور ان کی پیروی کی ،تو اس سے کہا جائے گا سو جا بھلا چنگا ،اس سے کہا جائے گا کہ ہمیں معلوم تھا بیشک تو مومن ہے اور منافق یا مرتاب (شک راوی) کہے گا میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا تو میں نے وہی کہا۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

”عن جدتها اسماء بنت ابی بکر انها قالت اتیت عائشة زوج النبی ﷺ حین خسفت الشمس فاذا الناس قیام یصلون فاذا ھی قائمة تصلی فقلت ما للناس فاشارت بیدها نحوالسماء وقالت سبحان الله فقلت ایة فاشارت ان نعم فقمت حتی تجلانی الغشی وجعلت اصب فوق راسی مآء فلما انصرف رسول الله ﷺ حمد الله واثنی علیه ثم قال ما من شیٔ کنت لم اره الا قد رأیة فی مقامی هذا حتی الجنة والنار ولقد وحی الی انکم تفتنون فی القبور مثل او قریباً من فتنة الدجال لا ادری ای ذلك قالت اسماء یوتی احدکم فیقال له ما علمك بهذا الرجل فاما المومن اوالموقن لاادری ای ذلك قالت اسمآء فیقول هو محمد رسول الله جآء نا بالبینات والهدی فاجبنا وامنا واتبعنا فیقال نم صالحافقد علمنا ان کنت لمومنا واما المنافق اوالمرتاب لاادری ای ذلك قالت اسماء فیقول لاادری سمعت الناس یقولون شیئا فقلته“ [بخاری شریف،جلداوّل،ص۳۰/۳۱]

جب مسجدیں آراستہ کی جائیں

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ قربِ قیامت کی نشانیوں میں جو باتیں شمار کی گئیں وہ سب ناجائز و حرام نہیں۔ ان میں کچھ وہ بھی ہیں جو جائز و مباح ہیں مثلاً مصحف شریف کو سونے چاندی سے مزین کرنا اور مسجد کو نقش و نگار سے آراستہ کرنا امر مباح ہے[1]۔

"درمختار" جلد ۶ / صفحہ ۳۸۶ / میں ہے:

"وجاز تحلية المصحف (ای بالذهب و الفضة) لما فيه من تعظيمه كما فى نقش المسجد. یعنی مصحف کو اس کی تعظیم کی خاطر سونے اور چاندی سے مزین کرنا جائز ہے۔ جیسے مسجد کو آراستہ کرنا"۔

اور مسجد کے نقش و نگار کے جواز پر خود حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما شاہد ہے کہ فرمایا: لتزخرفنها. تم ضرور مسجدوں کو منقش کرو گے اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے اس امر کی ممانعت نقل نہ فرمائی۔

---

[1] لیکن افسوس کہ آج ہماری مسجدیں دل کو منتشر کر دینے والے رنگ برنگے ٹائلس، دیدہ زیب جھاڑ و فانوس ہفت رنگے قمقموں، دلفریب مرمریں فرش، بیش بہا نقش و نگار والے پردوں، اونچے اونچے میناروں اور دیگر دنیاوی زیب و زینت اور آرام و راحت کی چیزوں سے تو آباد ہیں مگر نمازیوں سے یکسر خالی ہیں۔
سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے۔ ؎

مسجد تو بنالی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکا

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

خود حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل اس کے جواز پر شاہد عدل ہے۔ "بخاری شریف" میں ہے کہ مسجد حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں کچی اینٹ کی بنی تھی اور اس کی چھت کھجور کے پتوں کی تھی اور ستون کھجور کی لکڑی کے تھے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں کچھ زیادہ نہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں توسیع فرمائی اور اس کو اسی طور پر بنایا اینٹ اور کھجور کے پتوں سے جیسی حضور علیہ الصلاۃ و السلام کے زمانے میں تھی اور اس کے ستون لکڑی کے اسی طور پر رکھے۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی بہت توسیع کی اور پھس کی دیوار کو منقش پتھر اور چونے سے بنایا اور اس کے ستون نقشیں پتھر کے بنائے اور بیش قیمت لکڑی کی چھت بنائی۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور جو نمازی ہیں وہ دنیا کی ساری باتیں لے کر مسجد ہی میں بیٹھ جاتے ہیں حالانکہ فقہائے کرام نے مساجد میں دنیا کی جائز باتیں بھی کرنا ممنوع قرار دی ہیں۔

اور قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی کہ لوگ مساجد میں دنیا کی باتیں کریں گے چنانچہ کنز العمال جلد ۱۴ رصفحہ پر ہے: لا تقوم الساعة حتی یتباهی الناس فی المساجد. یعنی قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک لوگ مسجدوں میں فخریہ باتیں نہ کرنے لگیں.

بیہقی نے "شعب الایمان" میں امام حسن بصری سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مسجدوں میں دنیاوی باتیں ہوا کریں گی، تم ان کے پاس نہ بیٹھنا کہ اللہ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں۔

[بحوالہ بہار شریعت، جلد اول، حصہ سوم، ص ۱۸۱]

نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ: اذا زخرفتم مساجدکم وحلیتم مصاحفکم فالدمار علیکم. یعنی جب تم اپنی مسجدوں کو سجانے لگو اور قرآن کو دیدہ زیب بنانے لگو تو سمجھو لو کہ تمہاری ہلاکت کا وقت قریب ہے[کنز العمال جلد ۱۴ رصفحہ ۲۱۰] ۱۲ رفاروقی غفرلہ۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

عن عبداللّٰہ بن عمر اخبرہ ان المسجد کان علی عھد رسول اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم مبنیاباللبن وسقفه الجرید وعمدہ خشب النخل فلم یزد فیه ابوبکر شیئا و زادفیه عمروبناہ علی بنیانه فی عھدرسول اللّٰہ تعالی علیه وسلم باللبن والجرید واعاد عمدہ خشباثم غیرہ عثمان فزادفیه زیادۃ کثیرۃوبنی جدارہ بالحجارۃ المنقوشة والقصة وجعل عمدہ من حجارۃ منقوشة وسقفه بالساج. [بخاری شریف، جلداوّل،ص۶۴]

یہاں سے معلوم ہوا کہ ہرنئی بات جورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھی، ناجائز نہیں بلکہ یہ (بدعت) کبھی واجب ہوتی ہے جیسے گمراہوں کے ردّ کے لئے دلائل قائم کرنا اور کتاب وسنت کو سمجھنے کے لئے نحو وصرف وغیرہ مبادی کوسیکھنا اور کبھی مستحب ہوتی ہے جیسے سرائے اور مدرسے بنانا اور ہروہ نیکی جوصدراوّل میں نہ تھی اور کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے ایک قول پر مسجد کا نقش ونگار اور کبھی مباح ہوتی ہے جیسے لذیذ کھانے کپڑے اور توسّع وغیرہ کمافی ردالمحتار.

اور ضابطہ یہ ہے کہ جس چیز سے اللہ ورسول جل وعلاوصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سختی کے ساتھ منع فرمایا وہ ممنوع وناجائز ہے اور جس سے منع نہ فرمایا وہ ممنوع نہیں بلکہ مباح ہے اور "الاصل فی الاشیاء اباحة" اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

جب مہینے گھٹ جائیں

''مجمع بحار الانوار'' میں ہے: اہل ہیئت نے کہا کہ دائرۃ البروج دائرہ معدل النہار پر مستقبل میں منطبق ہو جائے گا۔ توضیح اس مقام کی یہ ہے کہ قطب شمالی اور قطب جنوبی کے درمیان ایک دائرۂ عظیمہ مانا گیا ہے جس کا فصل دونوں قطبوں سے برابر ہے یعنی وہ دائرۂ عظیمہ قطب شمالی سے ۹۰ ردرجہ پر ہے اور قطب جنوبی سے بھی ۹۰ ردرجہ پر ہے۔ اسی دائرۂ عظیمہ کا نام دائرۂ معدل النہار ہے۔

۱۲ر مارچ اور ۲۴ر ستمبر کو آفتاب دائرۂ معدل النہار پر حرکت کرتا ہے اور ۲۲ر جون کو آفتاب جس نقطہ سے طلوع کرتا ہے، اس نقطے سے ۲۳ر درجہ ۲۷ر دقیقہ جنوب میں معدل النہار ہے۔

یونہی ۲۲ر جون کو جس نقطہ پر آفتاب غروب کرتا ہے، اس نقطے سے بھی ۲۳ر درجہ ۲۷ر دقیقہ جنوب میں معدل النہار ہے اور ۲۲ر دسمبر کو آفتاب جس نقطے سے طلوع کرتا ہے اس نقطے سے ۲۳ر درجہ ۲۷ر دقیقہ شمال میں معدل النہار ہے۔

یونہی ۲۲ر دسمبر کو جس نقطہ پر آفتاب غروب کرتا ہے، اس نقطہ سے بھی ۲۳ر درجہ ۲۷ر دقیقہ شمال میں معدل النہار ہے یعنی ۲۲ر جون اور ۲۲ر دسمبر کے مطلع کے عین وسط میں معدل النہار ہے۔

یونہی ۲۲ر جون اور ۲۲ر دسمبر کے مطلع کے جائے غروب کے بیچ و بیچ معدل النہار ہے۔

اس کو معدل النہار اس لئے کہا جاتا ہے کہ سورج جب اس دائرہ کے سیدھ میں آتا ہے تو تمام مقامات میں دن رات تقریباً برابر ہوتے ہیں جو دائرۂ معدل النہار کو اس طرح قطع کرتا ہے کہ دونوں کے قطبوں میں ۲۳/درجہ ۲۷/دقیقہ فصل رہتا ہے۔ اسی دائرۂ عظیمہ کو دائرۃ البروج یا منطقۃ البروج کہتے ہیں۔ اس دائرہ سے ستاروں کی حرکات کی مقدار طول اور میل شمس معلوم ہوتا ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ جب تک یہ دائرۂ عظیمہ، دائرۂ معدل النہار کو اس طور پر کاٹتا ہوا چلے گا کہ مندرجہ بالا فاصلہ دونوں میں قائم رہے اور جب تک حرکت شمس معمول کے مطابق رہے۔

"تفسیر کبیر" میں امام رازی علیہ الرحمہ نے "وَاِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ" کی تفسیر میں ایک قول یہ نقل کیا:

"القيت ورميت عن الفلك" یعنی جب سورج فلک سے نیچے ڈال دیا جائے۔ [تفسیر کبیر، جلد۳۱/ص۶۶]

اس سے اس قول کی تائید اور حدیث کی تصدیق مستفاد ہوتی ہے اور اس صورت میں خود آیت کریمہ سے مضمون حدیث کی تصدیق ثابت ہے اور حدیث کا مضمون مفہوم آیت کا بیان ہے کہ سورج جب اپنے مدار سے نیچے جو زمین سے کروڑوں میل اوپر ہے، اپنے مدار سے نیچے پھینکا جائے گا تو لامحالہ اس کا دائرہ چھوٹا ہوتا جائے گا اور نیچے آنے کے سبب اس کی حرکت تیز ہو جائے گی تو مسافت بھی کم اور حرکت شمس بھی تیز ہوگی۔

لہٰذا بداہۃً زمانے کی مقدار گھٹ جائے گی۔ حضرت ابوہریرہ سے

حدیث مروی ہے کہ جب قیامت قریب ہوگی، زمانہ قریب ہو جائے گا (تھوڑا رہ جائے گا) تو سال مہینہ کی طرح اور مہینے جمعہ کی طرح اور جمعہ کی مدت اتنی ہوگی جتنی دیر میں کھجور کی ٹہنی آگ میں جل جائے۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"عن ابی ہریرۃ قال قال اذا اقتربت الساعة تقارب الزمان فتکون السنة کالشہر والشہر کالجمعة والجمعة کاحتراق السعفة فی النار" [کنز، جلد۱۴، ص۲۲۷]

سال اور مہینہ وغیرہ کی مقدار قائم رہے گی اور یہ فاصلہ جتنا کم ہوتا جائے گا، اس کے نتیجہ میں دائرۃ البروج دائرۂ معدل النہار سے بتدریج نزدیک ہوتا جائے گا اور زمانے کی مقدار گھٹتی جائے گی۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ یہ جو فرمایا گیا کہ مہینے گھٹ جائیں گے، اپنے ظاہری معنی پر ہے اور کوئی وجہ حقیقی معنی سے مانع نہیں تو وہی حقیقتاً مراد ہے اور حدیث جو آخر میں ذکر کی گئی وہ فقرۂ حدیث سے فقرۂ مذکورہ کی تفسیر ہے وللہ الحمد۔

بالجملہ مضمون حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور ظاہری معنی مراد لینے میں نہ کوئی استحالہ ہے نہ کوئی اور دلیل شرعی ایسی ہے جو ظاہری معنی سے عدول کی مقتضی ہے بلکہ "بخاری شریف" میں اس مضمون کو مؤید حدیث موجود ہے جس میں "تقارب الزمان" فرمایا گیا، جس سے زمانے کا باہم قریب ہونا ظاہراً مستفاد ہے "مسلم شریف" کی حدیث میں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا صحابہ نے عرض کیا زمین میں دجال کی

مدت اقامت کتنی ہوگی؟ فرمایا چالیس دن۔ ایک دن ایک سال جیسا ہوگا اور ایک دن ایک مہینے جیسا ہوگا اور ایک دن ایک جمعہ جیسا یعنی ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور دجال کے باقی ایام تمہارے دنوں جیسے ہوں گے تو عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو وہ دن جو ایک سال برابر ہوگا تو کیا ہمیں اس میں ایک دن کی نماز پڑھنا کافی ہوگا کہا نہیں اس کے لئے اندازہ رکھو۔

علامہ شلبی، امام کمال الدین ہمام سے حاشیہ تبیین الحقائق سے ناقل انھوں نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا بے شک سرکار علیہ السلام نے اس حدیث میں اپنے ارشاد میں عصر کی تین سو نمازیں واجب فرمائیں، اس سے پہلے کہ سایہ ایک مثل یا دو مثل ہو اور اسی پر باقی نمازوں کو قیاس کرو۔ [تبیین الحقائق ۱/۸۱]

یہاں سے ظاہر ہوا تقارب زمان اور نقصان مقدار سال و ایام اپنے ظاہر پر ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں بلکہ حدیث مسلم صاف صاف دافع تاویل ہے یہاں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ سورج کا میل شمس جو مذکور ہوا اس کا اسی مقدار معتاد پر قائم رہنا ضروری نہیں بلکہ اس میں بتدریج کمی ہوتی رہے گی تیزی سے موسم کی تبدیلی جس کا مشاہدہ ہے اس کی روشنی دلیل ہے نیز قرآن شریف میں فرمایا:

”والشمس تجری لمستقرلها ذلك تقدير العزيز العليم. یعنی اور سورج چلتا ہے اپنے ٹھہراؤ کے لیے یہ حکم ہے زبردست علم والے کا“ [ترجمہ کنزالایمان]

آیت کریمہ سے ظاہر کہ سورج مسلسل اپنے مستقر کی طرف چل رہا ہے اور جب سورج اپنے مستقر کی طرف رواں دواں ہے تو ضرور اس کی اس کے لئے ایک مسافت مقدر ہے جسے اس کو قیامت تک طے کرنا ہے لہٰذہ وہ کسی ایک مستقر پر نہیں ٹھہرتا بلکہ جب کسی مستقر پر پہنچتا ہے بحکم الٰہی وہاں سے دوسرے مستقر کی طرف رواں ہو جاتا ہے یہی سلسلہ اس کی انتہائے سیر تک یعنی قیامت تک جاری رہے گا۔

تفسیر کبیر میں ہے:

"وعلى هذا فمعناه تجرى الشمس وقت استقرارها اى كلما استقرت زمانا امرت بالجرى فجرت و يحميل ان تكون بمعنى الى اى الى مستقر لها و يؤيد هذا قرأة من قرأ (والشمس تجرى الى مستقرلها) وعلى هذا ففي ذلك المستقر وجوه (الاوّل) يوم القيامة وعنده تستقرو لا يبقى لها حركة.

یعنی اور اس تقدیر پر جبکہ لام افادہ وقت کے لیے ہو تو آیت کا معنی یہ ہے کہ سورج اپنے زمانۂ استقرار میں چلتا ہے یعنی جب کسی زمانہ میں کسی مستقر پر پہنچتا ہے اس کو وہاں سے چلنے کا حکم ہوتا ہے تو چل پڑتا ہے اور یہ احتمال ہے کہ لام بمعنی الـــی ہو یعنی سورج اپنے مستقر کی طرف چل رہا ہے اور اس توجیہ کی مؤید اس کی قرأت ہے جس نے یوں پڑھا "والشمس تجرى الى مستقرلها" اور اس توجیہ پر اس مستقر مذکور میں چند توجیہات ہیں پہلی

یہ کہ وہ مستقر یوم قیامت ہے اور اس دن سورج ٹھہر جائے گا اور اس میں حرکت نہ رہے گی۔" [۲۶/۷۱]

اسی میں ہے:

"قوله (ذلك) يحتمل ان يكون اشارة الى جرى الشمس أى ذلك الجرى تقديرالله (الى ان قال) ان الشمس فى ستة اشهر كل يوم تمرعلى مسامتة شئ لم تمرمن امسهاعلى تلك المسامتة. یعنی اور اللہ کا فرمان "ذلک" اس میں احتمال ہے کہ اس میں اشارہ ہو سورج کے چلنے کی طرف یعنی سورج کا یہ چلنا اللہ کی تقدیر ہے یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ سورج چھ مہینوں میں ہر دن کسی شئ کی سمت سے گزرتا ہے کہ گذشتہ کل اس سمت سے نہ گزرا تھا۔" [۲۶/۷۲]

اس سے ظاہر کہ سورج مسلسل چل رہا ہے اور ایک مسافت طے کر رہا ہے اور اسے کسی مستقر پر قرار نہیں۔ اعلیٰ حضرت نے عبداللہ ابن مسعود کی ایک قراۃ نقل کی کہ انہوں نے یوں پڑھا "لامستقر لھا" یہ تفاوت میل اور بتدریج ارتفاع وانخفاض اور بعد وقرب میں تفاوت کا مقتضی ہے اور آخر کار قیامت کے نزدیک سورج کے زمین سے زیادہ قریب ہونے پر دلالت کرتا ہے جو تقارب زمان اور یوم وسال میں نقصان کا مقتضی ہے جس کا افادہ احادیث نے فرمایا۔ وفى الآية وجوه اخروالقرآن محتج به على جميع وجوهه كما افاده الامام سيدى امجد مولانا الشيخ احمد رضا قدس سره نقلا عن الزرقانى على المواهب.

جب عورتیں ترکی گھوڑوں پر بیٹھیں

یعنی فخر و مباہات کے طور پر مردوں سے مشابہت اختیار کریں۔

چنانچہ متصلاً فرمایا گیا:

"اور عورتیں مردوں سے مشابہت اختیار کریں"

تو یہ قرینہ مقارنہ سابقہ کا بیان ہے مزید برآں اس میں افادۂ عموم ہے یعنی خاص شہ سواری ہی نہیں بلکہ اور بھی مردانہ اطوار اپنائیں گی اور مستحق ذنب (گناہ) ہوں گی[1]۔

بلاضرورت صحیحہ عورت کو گھوڑے پر چڑھنا منع ہے کہ یہ بھی ایک قسم کا مردانہ کام ہے، حدیث میں اس پر لعنت آئی، ابن حبان اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

[1] آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ لڑکیاں بھی بے جھجک مردوں کی طرح بال رکھتی ہیں، جینز پینٹ اور ٹی شرٹ جیسے تنگ و چست کپڑے پہن رہی ہیں جس سے ان کے بدن کے سارے نشیب و فراز واضح ہو جاتے ہیں یعنی کپڑا پہننے کے باوجود بھی وہ ننگی ہی ہوتی ہیں اور یہ دعوت گناہ دینے کے مترادف ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے: عن ابن عمر قال لاتقوم الساعة حتی یتسافد الناس تسافد البهائم فی الطرق. یعنی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ قیامت اس وقت تک نہ قائم ہوگی جب تک کہ لوگ جانوروں کی طرح راستوں میں جفتی نہ کرنے لگیں۔ [کنز العمال، جلد ۱۴ ر ص، ۲۴۶]

آج جا بجا سڑکوں اور میلوں میں اعلانیہ زنا کاری کی وارداتیں ہونے لگی ہیں، جن کی خبریں ہم آئے دن اخبارات میں ملاحظہ کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب اس قدر بے حیائی و عریانیت بڑھ جائے گی تو انجام یہی ہوگا، ۱۲ ر فاروقی غفرلہ۔

”یکون فی آخرامتی نساء یرکبون علی مرج کاشباہ الرجال (الحدیث) وفی آخرہ العنوھن فانھن ملعونات یعنی میری امت کے آخر میں کچھ ایسی عورتیں ہوں گی جو مردوں کی طرح جانوروں پر سوار ہونگی (الحدیث) اور اس کے آخر میں یہ الفاظ آئے: ان عورتوں پر لعنت بھیجو کیوں کہ وہ ملعون ہیں۔“ [ورد الظمان، ص ۳۵۱]

سنن ابی داؤد میں ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے:

”قیل لعائشة ان امرأة تلبس النعل فقالت لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرجلة من النساء. یعنی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا گیا: ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے، فرمایا رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردانی وضع اختیار کریں۔“ [۲/۲۱۰]

زنان عرب جو اوڑھنی اوڑھتیں حفاظت کے لیے سر پر پیچ دے لیتیں اس پر یہ ارشاد ہوا کہ ایک پیچ دیں دو نہ دیں کہ عمامہ والے مردوں سے مشابہت نہ ہوجائے کیونکہ عورتوں کو مردوں سے اور مردوں کو عورتوں سے ”تشبہ“ حرام ہے۔

امام احمد و ابوداؤد و حاکم نے بسند حسن ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی:

”ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دخل علیھا و

ھی تختمر فقال لیة لالیتین یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے ہاں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ اوڑھنی اوڑھ رہی ہیں تو ارشاد فرمایا سر پر صرف ایک پیچ دو، دو نہ ہوں۔" [سنن ابوداؤد،۲/۲۱۲]

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما نے ام سعید بنت ام جمیل کو کمان لگائے مردانی چال چلتے دیکھا تو ارشاد فرمایا:

"سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول ليس منامن تشبه بالرجال من النساء ولا من تشبه بالنساء من الرجال، رواه احمدو الطبرانی۔

یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ: وہ عورت ہم میں سے نہیں جو مردوں سے مشابہت اختیار کرے اور وہ مرد بھی جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرے، اسے امام احمد و امام طبرانی نے روایت کیا۔" [مسند احمد بن حنبل،۲/۲۰۰]

عورت کو اپنے سر کے بال کترنا حرام ہے اور کترے تو ملعونہ کہ یہ مردوں سے مشابہت ہے اور عورتوں کا مردوں سے تشبہ حرام، درمختار میں ہے:

"قطعت شعر رأسها اثمت ولعنت والمعنى المؤثرة التشبه بالرجال یعنی کسی عورت نے سر کے بال کتر ڈالے تو گنہگار ہوئی نیز اس پر اللہ کی لعنت ہوئی، اس میں جو علت مؤثرہ ہے وہ مردوں سے "تشبہ" ہے۔" [۲/۲۵۰]

جب عورتیں مردوں سے اور مرد عورتوں سے مشابہت کریں

یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے اور یہ نشانی واقع ہو چکی۔ زمانۂ حال میں بکثرت اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے اور یہ شرعاً ممنوع ہے۔

مسند امام احمد جلد ا رص ۳۳۹ ر پر ہے:

"لعن اللّٰہ المتشبھین من الرجال بالنساء و المتشبھات من النساء بالرجال . یعنی اللہ کی لعنت ہے ان لوگوں پر جو عورتوں کی وضع اختیار کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی وضع اختیار کریں"۔

آج عورتوں اور مردوں نے بہت سے طریقے ایک دوسرے سے مشابہت کے اختیار کر لئے ہیں۔ انھیں میں سے یہ مروّجہ چین کی گھڑی ہے جسے عام طور پر مردوں میں پہننے کا رواج ہو گیا ہے۔

یہاں تک کہ بہت سارے امام، مولوی اور مفتی بھی بے دریغ اس کو پہنے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ قطعاً زینت ممنوعہ اور تحلّی ناجائز ہے۔ اس کا جواز اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے کلمات سے بتایا جا رہا ہے حالانکہ ان کے کلمات سے ہر گز اس کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

اوّلاً تو یہ چین جو ہاتھ میں پہنی جاتی ہے ان (اعلیٰ حضرت) کے زمانے میں تھی ہی نہیں۔

ثانیاً جس چین پر اس کو قیاس کیا جارہا ہے اس کے تعلق سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی قدس سرہ متعدد جگہ جو کچھ فرماتے ہیں اس سے اس کی صاف حرمت مستفاد ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت سے یہ سوال ہوا کہ:

"فی زماننا کرتوں اور صدریوں میں چاندی کے بوتام مع زنجیر لگاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ الی آخرہ"

اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"چاندی کے صرف بوتام ٹانکنے میں حرج نہیں کہ کتب فقہ میں سونے کی گھنڈیوں کی اجازت مصرح...... مگر یہ چاندی کی زنجیریں کہ بوتاموں کے ساتھ لگائی جاتی ہیں سخت محل نظر ہیں، کلمات ائمہ سے جب تک ان کے جواز کی دلیل واضح کہ آفتاب روشن کی طرح ظاہر وجلی ہو، نہ ملے حکم جواز دینا محض جرأت ہے کہ چاندی سونے کے استعمال میں اصل حرمت ہے۔

شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ "اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ" میں فرماتے ہیں: اصل در استعمال ذہب وفضہ حرمت است یعنی جب شرع مطہر نے حکم تحریم فرما کر ان کی اباحت اصلیہ کو نسخ کر دیا تو اب ان میں اصل حرمت ہوگئی کہ جب تک کسی خاص چیز کی رخصت شرع سے واضح وآشکار نہ ہو، ہرگز اجازت

نہ دی جائے گی بلکہ مطلق تحریم کے تحت میں داخل رہے گی ھذا وجہ واقول! ثانیاً ظاہر ہے کہ ان زنجیروں کے اس طرح لگانے سے تزین مقصود ہوتا ہے بلکہ تزین ہی مقصود ہوتا ہے اور ایسے ہی تزین کو تحلی کہتے ہیں۔ علما تصریح فرماتے ہیں مرد کو سوا انگوٹھی پیٹی اور تلوار کے سامان مثل پرتلے وغیرہ کے چاندی سے تحلی کسی طرح جائز نہیں" [فتاویٰ رضویہ، جلد۹، ص۳۴]

نیز اسی کے ص ۲۹۸، ۲۹۹ ر پر فرماتے ہیں:

"زنجیروں کے لئے نہ زر (بٹن) کی طرح کوئی نص فقیر نے پایا، نہ جواز پر کوئی صاف دلیل بلکہ وہ بظاہر مقصود بنفسہا ہیں، نہ زر کی طرح کپڑے کی کوئی غرض ان سے متعلق، نہ علم کی طرح ثوب میں مستہلک کے تابع ثوب ٹھہریں، نہ ان سے سنگار اور زینت کے سوا کوئی فائدہ مقصود اور وہ زیور زنان سے کمال مشابہ ہیں، ان کی ہیأت وحالت بالکل سہاروں کی سی ہے کہ ایک طرف ان کے کنڈوں میں بالیاں پروکر ان کو دونوں جانب سے پیشانی کے بالوں پر لاکر کانٹا ڈال کر ملا دیتے ہیں وہ بھی ان زنجیروں کی طرح لڑیاں ہی ہیں بلکہ ان سے علاوہ تزین ایک فائدہ بھی مقصود ہوتا ہے کہ بالیوں کا بوجھ کانوں پر نہ پڑے یہ انہیں اٹھا کر سہارا دیئے رہیں

اسی لئے ان کو سہارے کہتے ہیں اور ان زنجیروں کی
لڑیاں سوا زینت کے کوئی فائدہ نہیں دیتیں تو بہ نسبت
سہاروں کے ان کی لڑیاں جھومر کی لڑیوں سے اشبہ ہیں
اور سہاروں کی طرح یہ بھی داخل ملبوس ہیں بلکہ ان کا
صرف زینت کے لئے بالذات مقصود اور کپڑے کی
اغراض سے محض بے تعلق و نا مستہلک ہونا جھومر کی طرح
ان کے اور بھی زیادہ لبس مستقل کا مقتضی ہے الی آخرہ"

یہاں سے ظاہر ہوا کے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ کے زمانے میں جو جیبی گھڑی کی چین رائج تھی، جسے کرتے صدری وغیرہ میں لگا کر گھڑی جیب میں رکھتے تھے، ان کے نزدیک اس کا بھی وہی حکم ہے جو زیور کا ہے تو یہ چیز جو دستی گھڑی میں لگائی جاتی ہے بدرجۂ اولیٰ زیور ہے اور اس کے پہننے سے تحلّی و زیبائش مقصود ہونا ظاہر تر ہے۔

لہٰذا اس کی حرمت اظہر اور اس میں عورتوں سے تشبہ باہر و روشن تر۔

وہاں پہننے سے مشابہ ہونے کی وجہ سے حکم حرمت دیا تو یہاں پہننے میں کوئی شبہ ہی نہیں تو یہاں خالص حرمت ہے نہ کہ شبہ حرمت!

جس کے بارے میں فرمایا:

"محرمات میں شبہ مثل یقین ہے تو اس میں چیز کی حرمت
بہ نسبت زنجیر کے خوب آشکار ہے"

یہاں سے مجوزین کے قیاس کی حالت ظاہر ہو گئی۔ ہماری دانست میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ کے کلمات میں نہ تعارض ہے، نہ ان

کے کسی فتویٰ سے اس چیز یا اس زنجیر کا جواز نکلتا ہے۔

بالفرض اگر صورت تعارض ہو بھی تو رجوع ان تصریحات کی طرف لازم ہے کہ خود قوی اور شبہ سے صاف ہے اور جس کلمہ سے اس کا خلاف متوہم ہو، اس کی تاویل لازم ہے اور اس طرح تطبیق دینا ضروری ہے۔

لہٰذا اگر ''الطیب الوجیز'' میں علامہ شامی کی اس بحث کے پیش نظر کہ یہ وضع لبس ہے یا محض تعلیق زنجیر، اعلیٰ حضرت نے یہ فرمادیا:

''احتراز اولیٰ ہے یا اس سے بچنا چاہیے''

تو تاویل اسی کلمہ تو ہم جواز کی ضروری ہے تاکہ دوسرے فتاویٰ سے تعارض لازم نہ آئے۔ بسا اوقات ''اولیٰ'' یا اس کے ہم معنی لفظ کا اطلاق ''واجب'' پر کرتے ہیں۔ چنانچہ ''عنایہ'' جلد اوّل، ص ۲۴۲ر پر ہے:

"وکذالک ان صلی علی النبی ﷺ یستمعون و ینصتون سأل أبویوسف أبا حنیفة رحمهما الله اذا ذکر الامام هل یذکرون ویصلون علی النبی ﷺقال أحب الی أن یستمعوا وینصتوا ولم یقل لایذکرون ولا یصلون فقد أحسن فی العبارة و احتشم من أن یقول لایذ کرون ولایصلون علی النبی ﷺ وانما کان الاستماع والا نصات احب لان ذکر الله والصلوٰة علی النبی علیه السلام لیس بفرض واستماع الخطبة فرض.

یعنی یونہی اگر خطیب نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر درود

پڑھے تو لوگوں کو سننا اور چپ رہنا لازم ہے۔ امام ابو یوسف نے امام اعظم سے پوچھا امام اگر ذکر کرے کیا مقتدی بھی ذکر کریں اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر درود بھیجیں؟ امام اعظم نے فرمایا مجھے یہ پسند ہے کہ وہ لوگ خطبہ سنیں اور خاموش رہیں اور امام اعظم نے یہ نہ کہا کہ ذکر نہ کریں اور درود نہ بھیجیں تو اس طرح تعبیر میں حسن اسلوب سے کام لیا اور یہ کہنے سے بچے کہ ذکر نہ کریں اور درود نہ بھیجیں اور سننا اور خاموش رہنا اس لئے پسندیدہ ٹھہرا کہ اللہ کا ذکر اور نبی علیہ السلام پر درود بھیجنا فرض نہیں اور خطبہ کا سننا فرض ہے۔

نیز "جوہرہ نیرہ" جلد۲ ص۲۶۰ پر ہے:

"وینبغی ان یکون قدر فضة الخاتم مثقالاً ولا یزاد علیه وقیل لا یبلغ به المثقال" یعنی انگوٹھی کی چاندی کی مقدار ایک مثقال ہونا چاہیئے اور اس سے زیادہ کرنا منع ہے اور ایک قول یہ ہے کہ چاندی کی مقدار پوری ایک مثقال نہ کرے۔

اس جگہ بھی "یجب" (واجب) کی جگہ ینبغی (چاہیئے) فرمایا۔ خود "فتاویٰ رضویہ" میں اس کی نظیر یہ ارشاد ہے عشرہ محرم میں تین رنگوں کے بابت فرماتے ہیں:

"مسلمان کو چاہیئے عشرۂ مبارکہ میں تین رنگوں سے بچے

سبز، سرخ، سیاہ۔ سبز کی وجہیں تو معلوم ہو گئیں اور سرخ
آج کل ناصبی خبیث خوشی کی نیت سے پہنتے ہیں۔ سیاہ
میں اودا، نیلا، کاسنی، سبز میں کاہی، دھانی پستی سرخ
میں گلابی، عنابی نارنگی سب داخل ہیں۔ غرض جس پر ان
میں کوئی رنگ صادق آئے اگر سوگ یا خوشی کی نیت سے
پہنے جب تو خود ہی حرام ہے ورنہ ان کی مشابہت سے
بچنا بہتر" الی آخرہ۔ [فتاویٰ رضویہ، جلد۹ رص۳۰۱]

یہاں بہتر اور حرام کے تقابل سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر سوگ یا خوشی کی نیت نہ ہو تو ان کپڑوں کو پہننا جائز بلکہ اچھا بہتر کے مقابل یہ یعنی اچھا ہے حالانکہ سیاق کلام سے یہ معنی کس قدر بیگانہ ہے۔ یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں تو قطعاً یہاں بہتر معنی تفضّل پر نہیں، نہ محض مستحب کے معنی میں اور یہاں عبارت میں لفظ "چاہیے" بھی محض مستحب کے معنی میں نہیں کہ مقابل واجب قرار پائے بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر یہ نیت نہ بھی ہو، جب بھی ان کی مشابہت سے بچنا اولی واوجب ہے تو یہاں بھی لفظ "چاہیے" اور بہتر "واجب" کی جگہ استعمال ہوا ہے اس لئے پہلے یہ کہا:

"عشرہ محرم کے سبز رنگے ہوئے کپڑے بھی ناجائز ہیں۔
یہ بھی سوگ کی غرض سے ہیں الی آخرہ" [ایضاً جلد۹ رص۳۰۰]

شاید ایک وجہ اس جیبی گھڑی کی زنجیر کے جواز کی ممکن ہے۔ اس صورت میں جبکہ وہ چیز چاندی وسونے کے علاوہ کسی اور دھات کی ہو اور اس سے تحلی زیبائش ونمائش مقصود نہ ہو بلکہ گھڑی کی حفاظت کے لئے کپڑے

میں چھپا کر لگائی جائے۔

اس صورت میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کلمات سے اگر اس چیز کے جواز کا ایہام ہوتا ہے تو اس کا محمل یہی صورت ہے اور اسی صورت پر ان کے کلمات کو محمول کرنے سے ان کے فتاوئ میں تعارض کا وہم مندفع ہو جاتا ہے، مگر یہ صورت جیبی گھڑی کی چین میں نہیں تو اس پر قیاس درست نہیں کہ دونوں صورتیں جداگانہ ہیں۔

جب غیر اللہ کی قسم کھائی جائے

علامت قیامت میں سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ بھی بتایا کہ لوگ غیر اللہ کی قسم کھائیں گے اور غیر اللہ کی قسم کھانا شرعاً ممنوع ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

"من حلف بغیر اللّٰہ فقداشرك . یعنی جو غیر اللہ کی قسم کھائے وہ مشرک ہے۔ [فیض القدیر، جلد ۶ رص ۱۲۰]

یعنی حقیقتاً مشرک ہے اگر غیر اللہ کی وہ تعظیم مراد لے جو اللہ کے لئے خاص ہے، اسی قبیل سے بتوں کی قسم کھانا ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے حدیث ہے: جو قسم کھائے تو اپنی قسم میں یوں کہے "لات وعزیٰ کی قسم" تو وہ کلمۂ توحید پڑھے اور جو اپنے دوست سے کہے "آؤ تم سے جوا کھیلوں" تو وہ صدقہ دے۔

حدیث کے اس فقرے سے معلوم ہوا کہ گناہ کا ارادہ جب دل میں پختہ ہو جائے تو یہ بھی گناہ ہے اور اس کو ظاہر کرنا دوسرا گناہ۔ صدقہ دینے کا حکم اس گناہ کے کفارے کے لئے بطور استحباب ہے۔

حدیث میں ہے:

"الصدقة تطفی غضب الرب کمایطفیء الماء النار . یعنی صدقہ اللہ کے غضب کی آتش کو ایسے بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو۔ [طبرانی، جلد ۱۹ رص ۱۴۵]

اس حدیث میں "لا الہ الا اللّٰہ" پڑھنے کا جو حکم دیا اس میں دو

احتمال ہے۔ایک یہ کہ نومسلم سے عادت سابقہ کی وجہ سے سہواً سبقت لسانی سے بتوں کی قسم صادر ہوتو اس کے لئے مستحسن ہے کہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ان برے کلمات کے کفارے کے طور پر پڑھے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ لات وعزیٰ اور بتوں کی تعظیم مقصود ہو۔

اس صورت میں وہ شخص مرتد ہو جائے گا اور کلمۂ خلاف اسلام سے تبری کے ساتھ تجدید ایمان لازم ہوگی اور کلمہ توحید پڑھنا ضروری ہوگا اور اگر غیر اللہ کی قسم میں وہ تعظیم مراد نہیں جو اللہ کے لئے خاص ہے تو یہ حقیقتاً شرک نہیں لیکن صورتاً اہل شرک کے فعل سے مشابہ ہونے کی صورت کی وجہ سے اس پر بھی شرک کا اطلاق آیا اور زجروتشدید کے طور پر اس کے مرتکب کو بھی مشرک کہا گیا۔

اس صورت میں مراد یہ ہے کہ اس شخص نے مشرکوں جیسا فعل کیا اس قبیل سے باپ، دادا، بیٹے وغیرہ کے نسب پر تفاخر کے طور پر قسم کھانا ہے جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں رواج تھا۔حدیث میں اس سے بھی ممانعت آئی۔

اقول ہمارے طرز بیان سے صاف معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک اعرابی کے متعلق "افلح و ابیہ ان صدق فرمانا یعنی یہ فلاح کو پہنچا اپنے باپ کی قسم اگر سچا ہے" ممانعت کے تحت داخل نہیں بلکہ بیان جواز کے لئے ہے۔

گویا سرکار علیہ الصلاۃ والسلام اپنے فعل سے یہ بتا رہے ہیں کہ باپ کی قسم کھانا ناجائز نہیں جب کہ رسم جاہلیت کے طور پر تفاخر کے لئے نہ ہو، نہ اس سے تعظیم مفرط کہ ممنوع ہے، مقصود ہو اور ایک احتمال یہ ہے کہ ایسی

جگہ تاکید کلام اور تقویت بیان مقصود ہوتی ہے تو اس صورت میں قسم شرک نہیں۔

تنبیہ: غیر اللہ سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جنہیں شرعاً اللہ ورسول جل وعلاو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی علاقہ نہیں نہ شرعاً ان کی کوئی حرمت ہے، نہ ان کی تعظیم کا حکم۔ نبی ورسول کعبہ وملائکہ اس معنی کر غیر اللہ میں داخل نہیں (اگر چہ باب حلف میں یہ بھی غیر اللہ ہیں مگر یہ مندرجہ بالا کے لحاظ سے غیر اللہ نہیں) کہ شرعاً ان کی تعظیم کا حکم ہے۔

ازاں جا کہ اللہ نے ان کی تعظیم کا حکم دیا تو ان کی تعظیم اللہ ہی کی تعظیم ہے۔ان کی قسم کھانا حرام نہیں مگر علما نے بہ مقتضائے احتیاط اس طرح کی قسم کھانے کو مکروہ کہا بلکہ اس سے ممانعت خود حدیث میں آئی۔ قسم شرعی جس کا کفارہ لازم ہے، وہ اللہ کی وہ قسم ہے جو اللہ کی ذات سے یا اس کی صفات سے متعارف طور پر کھائی جائے۔

غیر اللہ کی قسم، قسم شرعی نہیں۔ علما فرماتے ہیں: اگر غیر اللہ کی قسم کو قسم شرعی جانے اور اس کا پورا کرنا لازم سمجھے، اس صورت میں آدمی کافر ہو جائے گا۔

امام رازی نے فرمایا:

"میری جان کی قسم، تیری[1] جان کی قسم" کہنے والے پر مجھے

---

[1] آج کل لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر "تیری قسم، تیری جان کی قسم" جیسی قسمیں کھانے لگتے ہیں حالانکہ ایسی قسم کھانے سے انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ حضرت امام رازی کے مطابق ایسی قسم "کفر" سے زیادہ قریب ہے۔ بعض لوگ بات بات پر "اگر میں ایسا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کفر کا اندیشہ ہے اور لوگ عام طور پر بہ نادانی میں کہتے
ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں کہتا یہ شرک ہے۔

امام رازی کے اس قول سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کو قسم شرعی جاننے میں علما کے دو قول ہیں:

ایک میں آدمی مطلقاً کافر ہو جائے گا اور دوسرا یہ کہ اس میں اندیشۂ کفر ہے۔ یہ دوسرا قول محتاطین متکلمین کی روش پر ہے اور ان کا مذہب مختار و معتمد ہے۔ جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

اقول یہ اس صورت میں ہے کہ کہنے والا اسے قسم شرعی سمجھے اور اس کا پورا کرنا ضروری جانے اور قسم پوری نہ ہونے کی صورت میں کفارہ دینا ضروری قیاس کرے، جیسے بعض جاہل اپنے بچے کی قسم کھاتے ہیں اور اس کا پورا کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور نہ کرنے کی صورت میں کفارہ لازم خیال کرتے ہیں۔

اگر یہ صورت نہ ہو یعنی قائل اسے قسم شرعی نہ جانے نہ تعظیم مفرط کا قصد کرے تو اس پر یہ محذور لازم نہیں آتا کما لا یخفیٰ۔

اور اس حدیث میں غیر اللہ کی قسم کھانے والے کو جو مشرک فرمایا گیا اس سے اس شخص کا بھی حکم ظاہر جو یوں قسم کھائے "اگر میں یہ کام کروں (والعیاذ باللہ تعالیٰ) تو یہودی یا نصرانی یا ملت اسلام سے بری و بیزار

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) نہ کروں یا ایسا کہوں تو ایسا ہو جاؤں مثلاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں یا میرا بیٹا مر جائے یا میں کوڑھی ہو جاؤں" کہہ ڈالتے ہیں ایسے لوگ مذکورہ بیان سے سبق حاصل کریں، ۱۲ر فاروقی غفرلہ۔

ہو جاؤں" ایسی قسم کھانا سخت حرام بدکام کفر انجام ہے۔
بعض علمانے اس پر مطلقاً قائل کو کافر کہا مگر صحیح یہ ہے کہ اس مسئلہ میں وہی تفصیل ہے جو "من حلف بغیر اللّٰہ فقد اشرک. یعنی جو غیر اللہ کی قسم کھائے وہ مشرک ہے" میں بیان ہوئی اس تفصیل کی طرف خود دوسری حدیثوں میں اشارہ ہے ارشاد ہوا:

"من حلف علی ملۃ غیر الاسلام کاذباً فھو کما قال" یعنی جو مذہب اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی قسم کھائے دراں حالیکہ وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا۔ [مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد ۶ ص ۵۸۱]

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

"کسے کہ سوگند خورد بر دین کہ جزء اسلام است۔ چنانکہ گوئید اگر ایں کار کنم یہودی باشم یا نصرانی شوم یا بیزارم از دین اسلام یا از پیغمبر یا از قرآن (کاذبا) در حال کہ بدروغ خورندہ است ایں سوگند را چنانکہ بکند ایں کار را زیرا کہ ایں سوگند برائے منع فعل است کہ نکند ہ پس صدق وے بآنست کہ نکند اگر بکند کاذب باشد (فھو کما قال) پس آں کے ہمچناں است کہ گفت یعنی یہودی و نصرانی و بری از دین اسلام ظاہر حدیث آنست کہ قائل ایں حدیث کافر میگردد بمجرد حلف یا بعد از حنث از جہت اسقاط حرمت اسلام الخ" یعنی اگر کوئی دین اسلام کے علاوہ کسی دین

کی قسم کھائے مثلاً یوں کہے کہ اگر وہ یہ کام کرے تو یہودی نصرانی یا دین اسلام سے بیزار یا پیغمبر یا قرآن سے بری ہو جائے اور حال یہ ہو کہ وہ جھوٹی قسم کھائے یعنی وہ کام کر بیٹھے اس لئے کہ قسم کھانا اس فعل سے باز رہنے کے لئے ہے تو قسم کا سچا ہونا یہ ہے کہ وہ کام نہ کرے جس کے نہ کرنے کی قسم کھائی تھی اگر وہ کام کرے گا تو جھوٹا ٹھہرے گا۔ حدیث میں اس شخص کے متعلق فرمایا کہ: وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا یعنی یہودی یا نصرانی یا دین اسلام سے بری۔ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ایسی قسم کھانے والا قسم سے کافر ہو جائے گا، اس لئے کہ اس جہت سے کہ اس نے حرمت اسلام کو ساقط کیا اور کفر پر راضی ہوا۔ [اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ، جلد سوم، ص ۲۱۱]

بعض علما نے نظر بر ظاہر حدیث ایسی قسم کھانے والے کو مطلقاً کافر کہا اور بعض علما نے فرمایا کہ مراد اس قسم سے یہ ہے کہ وہ شخص اپنے نفس کو تہدید اور اس کے وعید میں مبالغہ کر رہا ہے تا کہ اس کام سے اپنے آپ کو بعض رکھے تو مقصود قسم سے بشدت زجر نفس وتہدید ہے۔ لہٰذا ہمارے نزدیک وہ جب تک قسم نہ توڑے محض اس قول سے کافر نہ ٹھہرے گا۔ اس طرح اگر فعل ماضی پر دین اسلام سے برأت کو معلق کیا تو محتاطین کے نزدیک کافر نہ رہے گا اور بعض مشائخ کے نزدیک فعل ماضی پر معلق کرنے کی صورت میں کافر ہو جائے گا۔

مگر صحیح یہی ہے کہ اس صورت میں بھی کافر مطلق نہ ہوگا۔اس لئے کہ کافر اعتقاد کفر سے ہوتا ہے اور یہاں ظاہر یہ ہے کہ اس کی مراد قسم سے زجر نفس اور تحدید ہے یعنی جب کہ کسی فعل مستقبل پر اس حکم کو معلق کرے یا برأت کو موکد طور پر یقین دلانا ہے یہ اس سورت میں ہے کہ فعل ماضی پر معلق کرے گویا وہ بتانا چاہتا ہے کہ یہ کام اس کے نزدیک ایسا ہی مکروہ ونا پسند ہے جیسا کہ اس کا یہودی یا نصرانی یا اسلام سے بری ہونا۔اس لئے تحدید نفس کے لئے ایسی چیز پر معلق کیا جو اس کے نزدیک مکروہ ومحذور ہے۔

اقول حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس باب میں جو دوسرا قول ذکر کیا وہ محتاطین کا ہے جو متکلمین کی روش پر ہے اور ان کی روش یہ ہے کہ وہ محض ظاہر پر حکم کفر نہیں لگاتے اور کلام میں ادنیٰ احتمال مانع تکفیر ہو،اس کا لحاظ کرتے ہیں اور قائل کو جب تک اس کی مراد ظاہر نہ ہو جائے کافر کہنے سے گریز کرتے ہیں اور یہ احتمال جو ان علما کو ایسی قسم کھانے والے پر حکم کفر لگانے سے باز رہنے کا مقتضی ہوا وہ خود حدیث سے ظاہر ہے کہ فرمایا:

"اگر وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا"

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اس قسم میں سچا ہے اور اسی معنی کفری کا ابتداءً ارادہ نہ کیا ہو (یعنی یہودی یا نصرانی ہونے پر اب اس سے راضی ہونا) تو وہ ایسا نہیں جیسا کہا اور اس احتمال کی تصریح دوسری حدیث میں ارشاد ہوئی جو حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: جو یہ کہے کہ وہ اسلام سے بری ہے (اگر یہ کام کرے) تو وہ ایسا

ہی ہے جیسا اس نے کہا اور اگر وہ اس قسم میں سچا ہے تو اسلام میں گناہ سے سلامتی کے ساتھ نہ رہے گا۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ اس قسم سے اس کا اسلام ظاہر ہو جائے گا اور وہ ویسا ہی ہو جائے گا جیسا اس نے کہا اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اس کافر ہونے کو قسم ٹوٹنے پر معلق کرے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت بریدہ نے روایت کی کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

"من قال انی بریٔ من الاسلام فان کان کاذبا فھو کما قال. یعنی جس کسی نے کہا میں اسلام سے بری ہوں اور اپنے قول میں جھوٹا ہو تو وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا" [مشکوٰۃ شریف، ص۲۹۶/۲۹۷]

شاید اس سے قائل کی مراد نفس کی تحدید اور خود کو وعید شدید ہے نہ یہ کہ یہ حکم لگانا کہ وہ ابھی سے یہودی ہو گیا یا اسلام سے بری ہو گیا تو گویا وہ یوں کہہ رہا ہے کہ وہ قسم ٹوٹنے کی صورت میں اسی عقوبت کا سزاوار ہے جس کا یہودی مستحق ہے اور اس کی نظیر حضور کا یہ قول ہے:

"من ترک الصلاۃ متعمداً فقد کفر. یعنی جو جان بوجھ کر نماز چھوڑے وہ کافر ہو جائے" یعنی وہ کافر کی عقوبت کا سزاوار ہے" [جامع الصغیر مع فیض القدیر، جلد۶/۱۰۲]

حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی طرح یہاں دو قول ذکر کئے مگر صراحۃً کسی قول کی صحت کا

افادہ نہ فرمایا البتہ دوسرے احتمال کی توضیح وتعلیل ارشاد فرمائی جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہی مختار ہے کہ قائل مطلقاً کافر نہ ٹھہرے گا بلکہ قسم ٹوٹنے کی صورت میں رضا بالکفر کے تیقن کی وجہ سے کافر ہوگا اور یہی حدیث کا ظاہری مفاد ہے کہ اس کے اسلام سے بری ہونے کو کاذب ہونے پر معلق فرمایا تو وہ اس باب میں نہ صرف ارشاد علماء سے بلکہ خود حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسلم کے کلام میں اگر متعدد احتمالات ہوں جو اس کے کفر کے مقتضی ہوں اور ایک وجہ سے اس کے اسلام کے متقاضی ہوں تو ہم پر لازم ہے کہ ایک وجہ کی طرف میلان رکھیں اور جب تک احتمال قائم ہو، مسلمان کو کافر نہ کہیں۔

اس لئے ''ردالمحتار'' میں فرمایا:

"لایفتی بکفر مسلم ان امکن حمل کلامه علی محمل حسن اوکان فی کفره اختلاف ولو کان ذلك روایة ضعیفة . یعنی مسلمان کے کافر ہونے کا فتویٰ نہ دیا جائے گا جبکہ اس کے قول وفعل کو اچھے پہلو پر رکھنا ممکن ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہو اگرچہ روایت ضعیفہ ہو۔ [ردالمحتار، جلد۴، ص۲۲۹/۲۳۰]

ثم اقول ہمارے کلمات جو ابھی گزرے ان سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث کا ظاہری مفاد اس قائل کا بصدور حنث (جب قسم توڑے) کافر ہونا ہے، نہ کہ مطلقاً کافر ہونا تو اس صورت میں ظاہر حدیث بھی اس دوسرے قول کے قائلین کے ساتھ ہے اور قائل کے مطلقاً کفر کے ظاہر

ہونے کا دعویٰ محل نظر ہے۔

اس کو ظاہراً تسلیم بھی کرلیں تو اس پر قائل کی تکفیر اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ ظاہری معنی کے مراد ہونے کا احتمال آشکار ہو اور اگر قرینہ عرف یا اور کوئی قرینہ اس بات پر قائم ہو کہ قائل نے وہ معنی کفری اصلاً مراد نہ لئے تو اس صورت میں وہ احتمال ہی نہ رہے گا اور ظاہر متروک ٹھہرے گا اس کی بہت مثالیں ممکن ہیں۔

عام بول چال میں کہتے ہیں کہ ''فصل بہار نے سبزہ اگایا، حاکم نے بچایا، اس مرض کا یہ شافی علاج ہے، یہ زہر قاتل ہے'' یہاں ان سب مثالوں میں مومن کا ایمان، عرف سب گواہ ہیں کہ اس کی مراد حقیقی معنی جو لفظ سے ظاہر ہے، نہیں بلکہ ان تمام مثالوں میں سب کی طرف اسناد کی گئی ہے کہ اعتقاد مومن کا یہ ہے کہ مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور یہ چیزیں خود مؤثر نہیں بلکہ اللہ کے قائم کردہ اسباب ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی ہے۔

یہ وہابیہ کا ظلم ہے کہ ان عام محاورات سے آنکھیں میچتے ہیں اور ان کے بولنے کو تو مسلمان جانتے ہیں مگر اسی طور پر اولیا، انبیا کے لئے جو مسلمان تصرف و مدد ثابت کرے تو اسے مشرک گردانتے ہیں جس میں راز یہ ہے کہ ان کے نزدیک اولیا درکنار رسول ہی کی تعظیم شرک ہے جیسا کہ ''تقویت الایمان'' کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت ان ہی کے حق میں فرماتے ہیں۔ ؎

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم رسول
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

آمدم برسر مطلب! اب اس مسئلۂ ظاہرہ کی طرف لوٹیے اور تقریر مندرجہ بالا کو مدنظر رکھ کر سوچیے۔ جب کہ قائل کی مراد اپنے نفس کو زجر وتہدید اور وعید شدید اور اس مکروہ ومحذور کام پر معلق کرنے سے اس کام سے امتناع واجتناب کی تاکید ٹھہری تو یہ اگر عرف عادت سے معلوم ہو تو ایسی صورت میں وہ ظاہری معانی جن کا مفاد مطلقاً کافر ہونا ہے، نہ متحمل، نہ مراد بلکہ قطعاً متروک ہیں اور اس کے حق میں ظاہر بلکہ فوق الظاہر قائل کی وہی مراد ہے جو عرف واسلوب معتاد سے معلوم ہوئی۔

لہٰذا قائل جب تک حانث نہ ہو، کافر نہ ٹھہرے گا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایسی قسم کھانا سخت شنیع اشد حرام ہے جس سے قائل پر توبہ لازم ہے اور احتیاطاً تجدید ایمان بھی ضرور!

درمختار جلد۴ ص ۲۴۶ / ۲۴۷ پر ہے:

"فیکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد الزنا وما فیہ خلاف یومر بالاستغفار و التوبۃ وتجدید النکاح (ای تجدید الاسلام و تجدید النکاح). یعنی جو بات متفق علیہ کفر ہے وہ عمل کو اور نکاح کو باطل کردیتی ہے اور ایسے شخص کی اولاد، اولاد الزنا ہے اور جس کے کفر ہونے میں اختلاف ہے، اس میں قائل کو توبہ (تجدید ایمان) تجدید نکاح کا حکم ہے۔

رہی یہ بات کہ بصورت حنث اس پر کفارہ ہے یا نہیں تو ائمۂ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ قسم توڑنے کی صورت میں اس پر کفارۂ قسم لازم ہوگا جب

کہ کسی فعل آئندہ پر قسم کو معلق کیا ہو اور اس کی نظیر تحریم مباح ہے یعنی کسی فعل مباح کو اپنے اوپر بذریعہ قسم حرام کرلے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے فرمایا:

"یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ. یعنی اے غیب بتانے والے (نبی) تم اپنے اوپر کیوں حرام کئے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی" [سورۂ تحریم پارہ ۲۸ / آیت ۱]

سید عالم ﷺ حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے محل میں رونق افروز ہوئے۔ وہ حضور کی اجازت سے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کو تشریف لے گئیں۔ حضور نے حضرت ماریہ قبطیہ کو سرفراز خدمت فرمایا۔ یہ حضرت حفصہ پر گراں گزرا۔ حضور نے ان کی دلجوئی کے لئے فرمایا: میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کیا اور میں تمہیں خوش خبری دیتا ہوں کہ میرے بعد امت کے مالک ابوبکر و عمر ہوں گے۔ وہ اس سے خوش ہو گئیں اور نہایت خوشی میں انہوں نے یہ تمام گفتگو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنائی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

اس آیت کے متصل سرکار سے یہ ارشاد ہوا:

"قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ. بے شک اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا اتار مقرر فرمادیا"

[پارہ ۲۸ / سورۂ تحریم، آیت ۲۔ کنز الایمان]

اس طرح یہاں بھی اللہ تعالیٰ قائل نے اس طرح قسم کھا کر کہ وہ اگر یہ کام کرے "تو وہ یہودی یا نصرانی ہے" اپنے اعتقاد میں مباح کو حرام

ٹھہرالیا۔لہٰذا بصورت حنث یہاں بھی کفارہ لازم ہوگا۔یہ اس صورت میں ہے جبکہ کسی فعل آئندہ پر ایسی قسم کھائی جائے اور اگر فعل ماضی پر ایسی قسم کھائی اور اس قسم میں وہ شخص جھوٹا تھا تو اس صورت میں کفارہ نہیں، محض توبہ لازم ہے اور احتیاطاً تجدید ایمان، تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔

اس قسم کی قسم عرف شرع میں ''یمین غموض'' کہلاتی ہے اور اس میں بھی حسب سابق دو قول ہیں پہلا یہ کہ وہ شخص مطلقاً کافر ٹھہرے گا اور اس صورت میں ظاہر حدیث کہ فرمایا ''اگر وہ جھوٹا الی آخرہ''اس کا قول شدید ہے اور دوسرا قول یہ کہ محض قسم مراد لی تو کافر نہ ہوگا۔

یہاں تک قسم کی دو قسمیں بیان ہوئیں اور تیسری قسم ''یمین لغو'' ہے یعنی غلط فہمی میں کسی بات پر قسم کھائی اور واقعہ اس کے گمان کے خلاف ہو مثلاً یوں کہے ''خدا کی قسم میں نے زید سے بات نہ کی'' یا ''خدا کی قسم میں گھر میں داخل ہوا'' اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں نہ گناہ، نہ کفارہ۔

قال اللہ تعالیٰ:

''لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ. یعنی اللہ تمہیں نہیں پکڑتا تمہاری غلط فہمی کی قسموں پر ہاں ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنہیں تم نے مضبوط کیا'' [سورہ مائدہ پارہ ۷/آیت ۸۹، کنزالایمان]

یہاں تو غیر اللہ کی قسم کے متعلق تفصیل احکام بروجہ تمام ہوئی اور خود اللہ کے اسماء و صفات کی قسم کھانا سخت محل احتیاط ہے لہٰذا اس میں بھی زیادتی نہ چاہیے۔

حدیث شریف میں آیا:

"من کان حالفاً فلیحلف باللّٰہ اولیصمت" یعنی جو قسم کھانے کا ارادہ کرے تو اللہ کی قسم کھائے یا چپ رہے

[فیض القدیر، جلد ۶ رص ۲۰۷]

اور اکثر احوال میں اللہ کی قسم کھانے سے بعض رہنا اور نام الٰہی کو ابتذال سے بچانا مقتضائے احتیاط ہے اور بکثرت اللہ کی قسم کھانا جرأت و بے باکی ہے۔

اسی لئے قرآن کریم میں فرمایا:

"وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ. یعنی اور اللہ کو اپنی قسم کا نشانہ نہ بنالو" [سورۂ بقرہ پارہ ۲ آیت ۲۲۴۔ کنزالایمان]

مفسرین نے اس آیت کے معنی یہ بتائے کہ اللہ کے نام کو نشانہ نہ بناؤ اور جا و بے جا اس کو مبتذل نہ کرو کہ تم نیکوکار رہو جب نادراً قسم کھاؤ اور گناہ سے بچو جب کہ تمہاری قسمیں کم ہوں۔ اس لئے کہ قسموں کی کثرت نیکی اور تقویٰ سے دور کرتی ہے اور گناہ اور اللہ کے حضور بے باکی سے قریب کرتی ہے۔

چنانچہ علامہ جصاص رازی فرماتے ہیں:

"فالمعنی لاتعترضوااسم اللہ وتبذلوہ فی کل شئی لان تبروااذاحلفتم وتتقوالمأثم فیھا اذا قلت ایمانکم لان کثرتھا تبعد من البرو التقویٰ و تقرب من المأثم والجرأۃ علی اللہ تعالیٰ" [احکام قرآن، جلد اوّل، ص ۳۵۲]

تو مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تم کو کثرت قسم سے منع کرتا ہے اور بے باکی سے باز رکھتا ہے۔اس لئے اس سے باز رہنے میں ہی نیکی و پرہیز گاری اور تمہاری اصلاح ہے۔

جب آدمی بغیر طلب کے گواہی میں سبقت کرے

یعنی باطل گواہی دے جیسا کہ ''مجمع بحار الانوار'' میں ہے:

یاتی قوم یشھدون ولا یستشھدون ھذا عام فیمن یؤدی الشھادۃ قبل أن یطلبھا صاحب الحق فلا یقبل، وماقبلہ خاص، قیل: ھم الذین یشھدون بالباطل. یعنی ایک ایسی قوم آئے گی جس کے لوگ گواہی دیں گے اور ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔ یہ عام ہے اس میں کہ گواہی پوری کرلے صاحب حق کے طلب کرنے سے پہلے قبول نہیں ہوگی اور یہاں قبلیت خاص ہے اور کہا گیا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو جھوٹی گواہی دیں۔ [مجمع البحار، جلد اوّل، ص ۲۷۰]

قرینہ ومقام اس کا مقتضی ہے[1]۔

---

[1] حدیث پاک میں ہے: خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یفشو الکذب حتی یشھد الرجل ولا یشھد ویستحلف الرجل ولا یستحلف. یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر جو اس سے قریب ہے پھر جو اس سے قریب ہے پھر جھوٹ کی کثرت ہوجائے گی یہاں تک کہ آدمی گواہی دے گا بغیر اس کے کہ گواہی طلب کی جائے اور آدمی حلف لے گا بغیر اس کے اس سے حلف لیا جائے'' [ترمذی شریف جلد دوم ص ۵۳] ۱۲ فاروقی غفرلہ۔

جب عہدے میراث ہو جائیں

مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو محض باپ دادا کی وراثت سے امیر و والی بن بیٹھیں اور مسلمانوں کے معاملات اور ان کے بلاد کے خود ساختہ حاکم ہو جائیں بغیر اس کے کہ خواص اشراف و اہل علم کہ ارباب حل وعقد ہیں، بے جبر و اکراہ اپنے اختیار سے ان کے معاون ہوں۔ نہ ایسے لوگوں سے مشورہ لیا جائے، نہ یہ امیر بیٹھنے والے اس کے مستحق ہوئے[1]۔ یہ شرعاً مذموم وممنوع ہے اور اس حکم منع و مذمت کے عموم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جن کو عوام ارباب حل وعقد کو نظر انداز کر کے چن لیں اور بدرجۂ اولیٰ وہ لوگ اس کے مصداق ہیں جو خود کو چنوانے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔

''مجمع البحار'' میں ایک حدیث لکھی جس کا مضمون یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر بڑا خائن کوئی نہیں جو غیر اصحاب رائے عوام کا منتخب امیر ہو۔

اس حدیث کی تصدیق زمانۂ حال میں چنندہ اور چنیدہ کے احوال سے خوب ظاہر ہے۔ لہٰذا اس پر مزید تبصرے کی ضرورت نہیں اور حدیث مندرجہ بالا کے مصداق وہ لوگ بھی ہیں جو بزرگوں کے جانشین محض وراثت کے بل پر بغیر استحقاق وہ بے انتخاب شرعی بن بیٹھے ہیں جیسا کہ زمانۂ حال میں مشاہدہ ہے۔

---

[1] حدیث پاک میں ہے: اذا وسد الأمر ای یلی الخلافة او القضاء او الأمارة من لیس باھل فانتظر الساعة ۔ یعنی جب کام مثلاً خلافت یا قضا یا امارت نا اہلوں کے سپرد ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو''۔ [مجمع البحار، جلد اوّل، ص ۱۰۱] ۱۲/ فاروقی غفرلہ۔

جب مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے بے نیاز ہو جائیں

اس کی تفصیل دوسری حدیث میں ارشاد ہوئی جس کو خطیب اور ابن عساکر نے حضرت واصلہ اور انس سے روایت کیا کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: دنیا اس وقت تک فنا نہ ہوگی جب تک عورتیں عورتوں سے اور مرد مردوں سے بے نیاز نہ ہو جائیں اور "السحاق" عورت کا عورتوں سے باہم مباشرت کرنا عورتوں کا آپس میں زنا ہے۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں جو کنز العمال جلد ۱۴/ص ۲۲۶ رموجود ہیں:

"لا تذهب الدنیا حتی یستغنی النساء بالنساء و الرجال بالرجال، والسحاق زنا النساء فیما بینهن"

اور تیسری حدیث حضرت اُبی سے مروی ہے فرمایا کہ ہم سے کہا گیا اس امت کے پیچھے لوگوں میں قیامت کے قریب کچھ چیزیں ظاہر ہوں گی۔ ان میں سے یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی سے یا کنیز سے اس کے دبر[1] میں

---

[1] آج کل امریکہ میں یہ مرض عام ہے ان کا استدلال یہ ہے کہ ہم نے نکاح کیا ہے جس سے بیوی کے جسم کا ہر حصہ شوہر پر حلال ہو جاتا ہے۔ طرفہ یہ کہ وہاں کی عورتیں خود اپنی رغبت سے اس قبیح فعل کا ارتکاب کراتی ہیں جو سخت حرام ہے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں سخت گنہگار اور مستحق غضب جبار ہیں ان پر اپنے اس فعل سے توبہ واستغفار واجب۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: من اتی حائضا او امرأة فی دبرها فقد کفر بما انزل علی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی جو (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جماع کرے اور یہ ان اعمال میں سے ہے جن کو اللہ اور رسول نے حرام کیا اور اس پر اللہ و رسول کا غضب ہے اور انہیں میں سے مرد کا مرد[1] کے ساتھ صحبت کرنا اور یہ ان باتوں میں سے ہے جن کو اللہ و رسول نے حرام کیا اور انہیں میں سے عورت کا عورت[2] کے ساتھ مباشرت کرنا اور یہ ان اعمال میں سے ہے جن کو اللہ و رسول نے حرام کیا اور اس پر اللہ و رسول کی ناراضگی ہے الیٰ آخرہ۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں جو کنزالعمال جلد ۱۴ ص ۵۷۵ پر موجود ہیں:

"عن ابی قال قیل لنا أشیاء تکون فی آخر هذه الامة عند اقتراب الساعة فمنها نکاح الرجل امرأته وامته فی دبرها وذلك مماحرم الله و رسوله و یمقت الله علیه ورسوله ومنها نکاح الرجل الرجل وذلك مماحرم الله علیه و رسوله ومنها نکاح المرأة المرأة وذلك مما حرم الله و رسوله

(بقیہ صفحہ گذشتہ) شخص اپنی بیوی سے حالت حیض میں یا اس کی دبر میں جماع کرے، بے شک اس نے کفر کیا اس کے ساتھ جو محمد ﷺ پر نازل ہوا [احکام القرآن جلد اول ص ۳۵۳] فاروقی۔

[1] یہ اس قدر قبیح اور ناپاک فعل ہے کہ اگر لوطی تمام سمندروں کے پانی سے غسل کرے تب بھی پاک نہیں ہوگا فرمایا رسول ﷺ نے کہ: اللہ تعالیٰ لواطت کے مرتکب کو قبر میں خنزیر بنا دیتا ہے اس کے نتھنوں میں آگ سی گھستی ہے اور پیچھے سے نکلتی رہتی ہے [نزہۃ المجالس جلد ۲ ص ۹۲] فاروقی۔

[2] جس طرح مردوں میں لواطت کا مرض تیزی سے بڑھ رہا ہے، اسی طرح اب عورتوں میں بھی ہم جنس پرستی بڑھتی جا رہی ہے اور طرفہ تو یہ کہ یوروپ کے اکثر ممالک میں اسے قانونی درجہ حاصل ہے اور وہاں ہم جنس پرست عورتیں اور مرد آپس میں بے جھجک کورٹ میرج کر رہے ہیں اس طرح حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف سچ ثابت ہو رہی ہے۔ ۱۲ فاروقی غفرلہ۔

ویمقت اللہ علیہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرب قیامت کی جو نشانیاں بیان فرمائیں، ان میں سے اکثر علامتیں واقع ہو چکیں جس پر مشاہدہ شاہد عدل ہے اور جو باقی ہیں وہ بھی ضرور واقع ہوں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مآخذ و مراجع

نمبر شمار	کتب	مصنف / مرتب / مترجم
۱	قرآن کریم	کلام اللہ
۲	صحیح بخاری شریف	امام محمد ابن اسمٰعیل بخاری
۳	صحیح مسلم شریف	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج
۴	مشکوٰۃ شریف	امام شیخ ولی الدین تمریزی
۵	مسند امام احمد	امام ابوعبداللہ احمد ابن حنبل
۶	سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ بن یزید قزوینی
۷	سنن ابن داؤد	امام سلیمان بن اشعث ابوداؤد
۸	ترمذی شریف	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی
۹	تیسیر شرح جامع صغیر	امام زین الدین عبدالروف مناوی
۱۰	فیض القدیر شرح جامع صغیر	امام زین الدین عبدالروف مناوی
۱۱	طبرانی	امام ابوالقاسم سلیمان احمد طبرانی
۱۲	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	امام نورالدین المعروف ملا علی قاری
۱۳	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ	علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۱۴	حاکم مستدرک	امام ابوعبداللہ حاکم نیساپوری
۱۵	مجمع البحار	علامہ شیخ محمد طاہر صدیقی ہندی
۱۶	مجمع الزوائد	علامہ نورالدین علی بن ابوبکر ہیثمی
۱۷	کنز العمال	علامہ علاء الدین متقی ہندی
۱۸	ترغیب وترہیب	امام زکی الدین عبدالعظیم منذری

نمبر شمار	کتب	مصنف / مرتب / مترجم
۱۹	اللآئی المصنوعہ	امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی
۲۰	تفسیر درمنثور	حافظ کبیر جلال الدین سیوطی
۲۱	تفسیر خازن	علامہ علاء الدین المعروف بخازن
۲۲	تفسیر کبیر	علامہ ابو عبداللہ فخر الدین رازی
۲۳	حاشیہ صاوی	علامہ احمد بن محمد صاوی خلوتی
۲۴	احکام القرآن	علامہ ابو بکر احمد جصاص رازی
۲۵	اتقان فی علوم القرآن	امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی
۲۶	ردالمحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی
۲۷	درمختار	علامہ علاء الدین حصکفی
۲۸	فتاویٰ رضویہ	امام احمد رضا خاں قادری بریلوی
۲۹	الطیب الوجیز	امام احمد رضا خاں قادری بریلوی
۳۰	بہار شریعت	صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی
۳۱	نزہۃ المجالس	امام عبدالرحمٰن صفوری شافعی